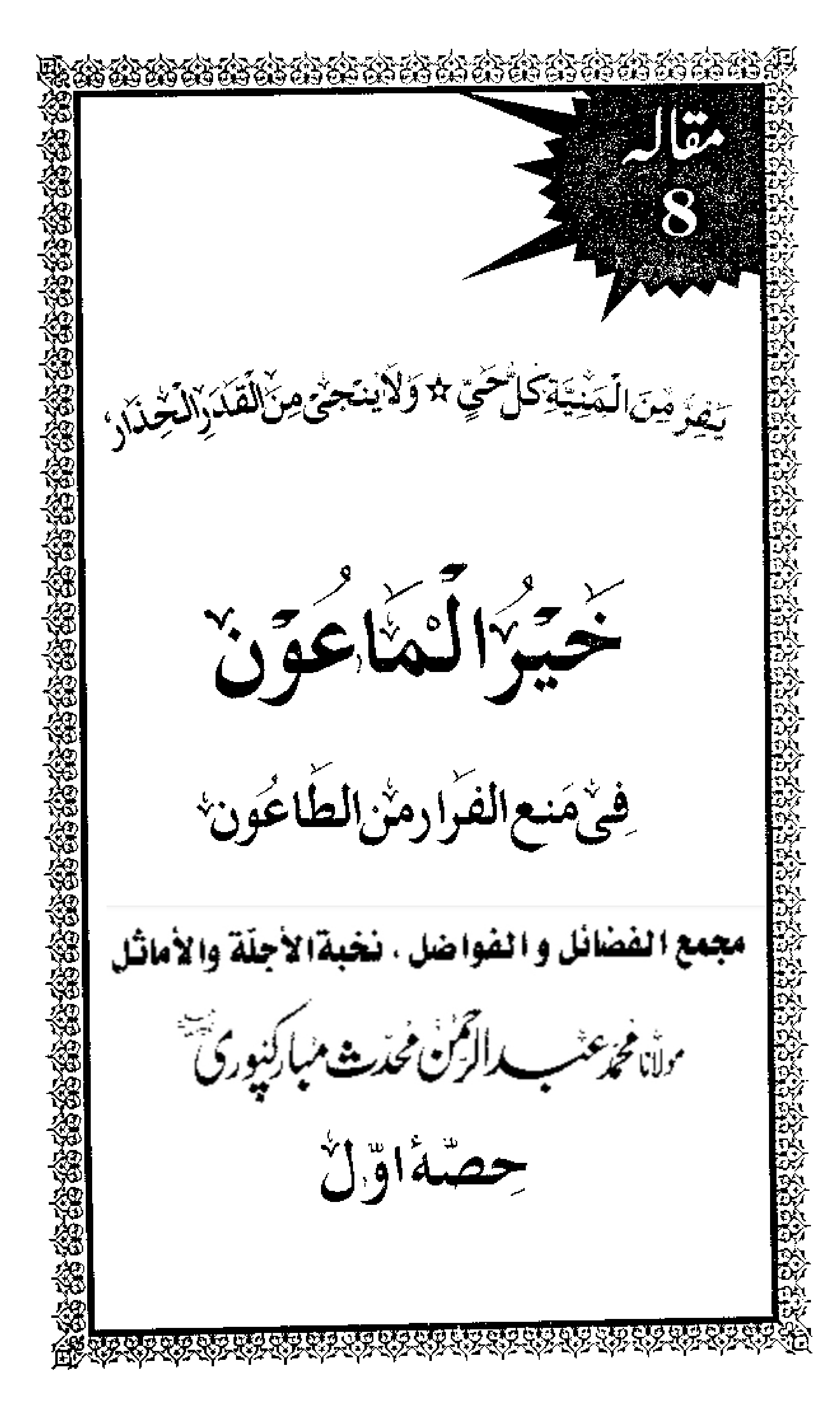


مقالہ 8

یفر من المنیۃ کل حی ☆ ولا ینجی من القدر الحذار

خیر الماعون

فی منع الفرار من الطاعون

مجمع الفضائل والفواضل، نخبۃ الأجلۃ والأماثل

مولانا محمد عبد الرحمن محدث مبارکپوری رحمہ اللہ

حصہ اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على خير خلقه محمد وآله وأصحابه أجمعين .أمابعد:

یہ ایک رسالہ ہے موسوم بہ " **خير الماعون في حكم الفرار من الطاعون** " جس میں پہلے آیت قرآنیہ اور احادیث صحیحہ صریحہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ طاعون سے بھاگنا ممنوع و ناجائز ہے۔ پھر طاعون سے بھاگنے والوں کے تمام اعذار اور ان کے جملہ حیلوں اور بہانوں کے کافی وشافی جواب دیے گئے ہیں۔ یہ رسالہ ایک مقدمہ اور دو باب اور ایک خاتمہ پر مرتب ہے۔ **وماتوفيقي إلا بالله وهو حسبي ونعم الوكيل.**

مقدمہ

قبل اس کے کہ اصل مقصود شروع کیا جائے چند اُمور تنقیح طلب کی تنقیح کر دینا ضروری ہے کیونکہ ان اُمور کی تنقیح سے ہی طاعون سے بھاگنے والوں کے اکثر غلط خیالات کی بہت کچھ اصلاح ہو جائے گی ان شاء اللہ تعالیٰ

امور تنقیح طلب

(۱) کیا طاعون سے بھاگنے والوں کو ان کا بھاگنا نفع پہنچا سکتا ہے یعنی وہ بھاگنے کی وجہ سے طاعون میں مبتلا ہونے سے بچ سکتے ہیں؟

(۲) جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ طاعون سے جو بھاگ جائیگا وہ ضرور بچ جائیگا وہ شخص شرعاً مسلمان ہے یا نہیں؟

(۳) طاعون کے پیدا ہونے کا سبب شرعاً فسادِ ہوا ہے یا کوئی دوسرا سبب ہے؟

(۴) قانونِ شریعت سے طاعون متعدی مرض ہے یا غیر متعدی؟

(۵) آنحضرت ﷺ نے طاعون سے پناہ مانگی ہے یا اپنی اُمت کے واسطے طاعون میں مرنے کی دعا کی ہے؟

(۶) شریعت میں طاعونی مقام میں ٹھہرے رہنے کی فضیلت وارد ہوئی ہے یا اس کی مذمت؟

(۷) جمہور اہلِ علم صحابہ و تابعین وغیرہم رحمہم اللہ کا کیا مذہب ہے طاعون سے بھاگنے کو ممنوع و ناجائز بتاتے ہیں یا جائز اور درست کہتے ہیں؟

تنقیح امر اول

طاعون سے بھاگنے سے نہ کوئی بچ سکتا ہے اور نہ طاعونی مقام میں ٹھہرے رہنے سے کوئی طاعون میں مبتلا ہو سکتا ہے بلکہ جس کی تقدیر میں جو کچھ لکھا جا چکا ہے وہی ہوتا ہے

فرمایا اللہ تعالیٰ نے ﴿قل لن یصیبنا إلا ما کتب الله لنا﴾ [التوبۃ: ۵۱] یعنی کہہ دو ''(اے محمد ﷺ) ہم لوگوں کو ہرگز نہیں پہنچے گا مگر وہی جو اللہ نے ہم لوگوں کے واسطے لکھ رکھا ہے۔'' اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ﴿لن ینفعکم الفرار إن فررتم من الموت أو القتل﴾ [الأحزاب: ۱۶] ''یعنی ہرگز نفع نہیں دے گا بھاگنا تم لوگوں کو اگر تم لوگ موت سے یا قتل ہونے سے بھاگو گے۔'' اور مشکوٰۃ شریف میں ابن دیلمی سے روایت ہے کہ میں ابی بن کعب کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ میرے دل میں تقدیر کے بارے میں کچھ واقع ہوا ہے سو مجھ سے حدیث بیان کرو شاید اللہ تعالیٰ میرے دل سے اس کو دور کردے، پس ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر اللہ اپنے آسمان والوں اور زمین والوں کو عذاب کرے تو عذاب کریگا اور وہ ان کے واسطے ظلم کرنے والا نہ ہوگا اور اگر ان پر رحمت کرے تو اس کی رحمت ان کے واسطے ان کے اعمال سے بہتر ہوگی اور اگر تو احد کے برابر اللہ کی راہ میں سونا خرچ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو قبول نہ کریگا جب تک تو تقدیر پر ایمان نہ لائے اور جب تک تو یہ یقین نہ کرے کہ جو کچھ تجھ کو پہنچا ہے وہ تجھ سے خطا کرنے والا نہ تھا اور جو تجھ سے خطا کیا ہے وہ تجھ کو پہنچنے والا نہ تھا اور اگر تو مرے اس اعتقاد کے سوا پر تو ضرور دوزخ میں داخل ہوگا۔ ابن دیلمی نے کہا پھر میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو انھوں نے اسی کے مثل کہا۔ پھر میں حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو انھوں نے اسی کے مثل کہا۔ پھر میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو انھوں نے مجھ سے اسی کی مثل نبی ﷺ سے حدیث بیان کی۔ روایت کیا اس کو احمد اور ابوداود اور ابن ماجہ نے۔

تنقیح امر دوم

مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں:

''گریختن از طاعون معصیت است ودر حکم فرار از زحف واگر اعتقاد کند کہ اگر نہ گریزد البتہ می میرد واگر بگریزد البتہ بسلامت میماند البتہ کافر گردد ونعوذ باللہ من ذلک۔'' انتھی۔ یعنی طاعون سے بھاگنا گناہ ہے اور زحف سے بھاگنے کے حکم میں ہے۔ اور اگر

اعتقاد کرے کہ اگر نہ بھاگے گا تو ضرور مر جائیگا اور اگر بھاگے گا تو ضرور سلامت رہے گا، تو ضرور کافر ہو جائے گا۔ اور علامہ آلوسی بغدادی رحمہ اللہ تفسیر روح المعانی میں فتاویٰ ابن حجر رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

أما الخروج من محله بقصد أن له قدرة علي التخلص من قضاء الله تعالیٰ وأن فعله هو المنجي له فواضح أنه حرام بل كفر اتفاقا. انتهیٰ.

یعنی ''لیکن طاعونی مقام سے اس قصد سے نکلنا کہ اس کو قضائے الٰہی سے خلاصی پانے پر قدرت ہے اور اس کا فعل ہی نجات دینے والا ہے تو ظاہر ہے کہ یہ حرام ہے، بلکہ بالاتفاق کفر ہے۔''

تنقیح امر سوم

ڈاکٹری اور یونانی طب کے اصول وقوانین سے یہ امر مسلم ہو چکا ہے کہ طاعون کے پیدا ہونے کا سبب فسادِ ہوا ہے۔ اسی وجہ سے عامہ اطبا اور ڈاکٹر طاعونی مقام کو چھوڑ کر کسی ایسے مقام میں نکل جانے کو تجویز کرتے ہیں جہاں کی ہوا رداءت وفساد سے پاک وصاف ہو اور طاعون سے محفوظ رہنے کی اس کو ایک عمدہ اور نہایت مفید تدبیر خیال کرتے ہیں۔ اسی بنا پر بعض مولویوں نے یہ فتویٰ دیا کہ بغرض تبدیلِ ہوا طاعونی مقام سے نکلنا جائز ہے۔ اور بعض نے اس کو ضروری بتایا۔ اور اسی بنا پر جب کسی مقام میں طاعون کا اثر نمودار ہوتا ہے تو عوام تو عوام خواص بھی وہاں سے نکل بھاگتے ہیں لیکن شریعت سے ہرگز ہرگز ثابت نہیں کہ طاعون کے پیدا ہونے کا سبب فسادِ ہوا ہے، بلکہ حدیث صحیح صریح سے یہ ثابت ہے کہ طاعون کے پیدا ہونے کا سبب وخز جن ہے۔ یعنی جنوں کے نیزہ مارنے سے طاعون ہوتا ہے۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں:

فناء أمتي بالطعن والطاعون قيل يارسول الله هذا الطعن قد عرفنا فما الطاعون قال وخز أعدائكم من الجن وفي كل

شهادة. رواه أحمد.

یعنی ''آنحضرت ﷺ نے فرمایا میری اُمت کا فنا ہونا طعن اور طاعون سے ہے کہا گیا یا رسول اللہ طعن کو تو ہم نے پہچانا پس طاعون کیا ہے آپ نے فرمایا طاعون تمھارے دشمن یعنی جنوں کا نیزہ مارنا ہے۔'' روایت کیا اس حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ نے۔

یہ حدیث صحیح ہے۔ جیسا کہ تم کو عنقریب معلوم ہوگا۔ علمائے اہلِ سنت نے اسی حدیث کے مطابق طاعون پیدا ہونے کا سبب ''وخز جن'' ہی کو ٹھہرایا ہے اور اس امر کو کہ ''طاعون پیدا ہونے کا سبب فسادِ ہوا ہے۔'' باطل کیا ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ عمدۃ القاری (ص ۷۸ ج ۱۰) شرح بخاری میں لکھتے ہیں: ❶ کہ ''اگر تو کہے کہ شارع نے خبر دی ہے کہ طاعون ''وخز جن'' سے ہوتا ہے سو اس میں اور اطبا کے اُن اقوال میں جن کو وہ طاعون کی تفسیر میں ذکر کرتے ہے بظاہر منافاۃ ہے تو میں کہوں گا کہ حق وہی ہے جو شارع نے کہا ہے اور اطبا نے طاعون کی تفسیر میں اپنے قواعد کے مطابق کلام کیا ہے اور طعنِ جن ایک ایسا امر ہے جو عقل سے دریافت نہیں ہوسکتا۔ علاوہ بریں احتمال ہے کہ یہ چیزیں (جن کو اطبا طاعون کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں جیسے ورم قتال غشی۔ خفقان وغیرہ) ''وخز جن'' کے وقت حادث ہوتی ہوں اور منجملہ اُن اُمور کے جن سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ طاعون ''وخز جن'' سے ہوتا ہے ایک یہ ہے کہ طاعون غالباً اعدل فصول ہیں اور اُن شہروں میں ہوتا ہے جو آب

---

❶ عبارته هكذا فإن قلت إن الشارع أخبر بأن الطاعون من وخز الجن فبينه وبين ماذكر من الأقوال في تفسير الطاعون منافاة ظاهرا. قلت: الحق ماقاله الشارع والأطباء تكلموا في ذلك على ما اقتضته قواعدهم وطعن الجن أمر لا يدرک بالعقل فلم يذكروه على أنه تحتمل أن يحدث هذه الأشياء في من يطعن عند وخز الجن ومما يؤيدان الطاعون وقوعه من وخز الجن غالباً في أعدل الفصول وفي أصح البلاد هواء وأطيبهاماء ولو كان من فساد الهواء يعم الناس الذين يقع فيهم الطاعون ولطعنت الحيوانات أيضاً. انتهى ۱۲

وہوا کے اعتبار سے بہت صحیح اور پاکیزہ ہوتے ہیں اور اگر طاعون فساد ہوا کی وجہ سے ہوتا ہے تو جن لوگوں میں واقع ہوتا وہاں کے تمام لوگوں کو ہوتا اور حیوانات کو بھی ہوتا۔'' انتھی کلام العینی مترجماً۔

اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری شرح بخاری (ص۱۵۱ ج۱۰) میں لکھتے ہیں:

''کہ جن دلائل سے اس بات کی تائید ہوتی ہیں کہ طاعون ''وخز جن'' سے ہی ہوتا ہے ایک یہ ہے کہ طاعون غالباً اعدل فصول میں ہوتا ہے اور ایسے شہروں میں ہوتا ہے جو آب وہوا کے اعتبار سے بہت عمدہ اور پاکیزہ ہوتے ہیں نیز اگر فسادِ ہوا کی وجہ سے طاعون ہوتا تو ہمیشہ ہوا کرتا کیونکہ ہوا کبھی فاسد ہو جاتی ہے اور کبھی اچھی رہتی ہے یعنی جس طرح ہوا کا فاسد اور صحیح ہونا ہوا کرتا ہے اسی طرح طاعون کی آمد و رفت بھی ہمیشہ ہونی چاہیے حالانکہ طاعون کا آنا جانا بالکل بے ٹھکانے ہے نہ اس کا کچھ قیاس ہے اور نہ کچھ تجربہ کبھی تو سال کے بعد آتا ہے۔ اور کبھی کتنے برسوں تک غائب رہتا ہے اور اس کا کچھ نام ونشان تک بھی نہیں رہتا ہے نیز اگر فساد ہوا کی وجہ سے طاعون ہوتا تو عموماً تمام لوگوں اور تمام حیوانوں کو ہوتا حالانکہ ایک ہی مقام میں بہت سے لوگوں کو ہوتا ہے اور بہتیرے ایسے لوگوں کو جن کا مزاج انھیں مبتلایانِ طاعون کی مثل ہوتا ہے نہیں ہوتا۔ نیز اگر فسادِ ہوا کی وجہ سے طاعون ہوتا تو تمام بدن کو عام ہوتا حالانکہ یہ بدن کے بعض بعض خاص حصوں میں ہوتا ہے اور ان سے تجاوز نہیں کرتا نیز اگر فساد ہوا کی وجہ سے طاعون ہوتا تو اخلاط میں تغیر واقع ہوتا اور کثرت سے بیماریاں ہوتیں۔ حالانکہ یہ طاعون بلا کسی مرض کے انسان کو قتل کر ڈالتا ہے۔ پس اِن دلائل سے معلوم ہوا کہ طاعون ''وخز جن'' سے ہوتا ہے جیسا کہ اُن احادیث سے ثابت ہے جو اس بارے میں وارد ہوئی ہیں'' انتھی کلام الحافظ مترجماً۔ درمختار میں ہے: **کل طاعون وباء ولا عکس انتھی.** علامہ شامی رحمہ اللہ اس کے تحت لکھتے ہیں: **لأن الوباء اسم لکل مرض عام والطاعون المرض العام بسبب وخز الجن انتھی.** علامہ حموی رحمہ اللہ شرح اشباہ (ص۲۶۵) میں لکھتے ہیں: **الطاعون لیس مرضا لأنه وخز الجن انتھی.**

ملا علی قاری رحمہ اللہ مرقاۃ شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں: **ومن مات في الطاعون فھو شھید**

لأ نه مقتول الجن علىٰ ماورد به الخبر انتهٰى . حاصل ان عبارتوں کا یہ ہے کہ طاعون کے پیدا ہونے کا سبب ''وخز جن'' ہے۔ علامہ علقمی رحمہ اللہ شرح جامع صغیر میں لکھتے ہیں: ❶ ''کہ ہمارے شیخ نے کہا کہ اطبا کا قول ہے کہ طاعون ایک زہریلا مادہ ہے جو ورم قتال کو پیدا کرتا ہے اور اس کا سبب جو ہر ہوا کا فاسد ہو جانا ہے اور احادیث صحیحہ سے اطبا کا یہ قول باطل ہے اور ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الهدی میں اطبا کے اس قول کو کئی وجہوں سے باطل کیا ہے۔'' پہلے علامہ علقمی رحمہ اللہ نے اُن وجوہ کو ابن القیم کی کتاب مذکور سے نقل کیا ہے اور منجملہ اُن وجوہ کے ایک یہ وجہ نقل ❷ کی ہے کہ ''ہر طبعی سبب والی بیماری کے واسطے کوئی طبعی دوا ہوتی ہے۔ اور اس طاعون کی دوا سے اطبا عاجز ہو گئے ہیں یہاں تک کہ حذاق اطبا نے اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ طاعون کی کوئی دوا ہی نہیں ہے اور اس کا کوئی دافع ہی نہیں، مگر وہی جس نے اس کو پیدا کیا ہے۔'' انتھی مترجماً۔

مولانا شیخ عبدالحق رحمہ اللہ صاحب سفر السعادۃ میں لکھتے ہیں: ''وخز طعن غیر نافذ کو کہتے ہیں اور یہ ایک ایسا امر ہے کہ بجز شارع کی خبر کے نہیں معلوم ہو سکتا اور عقل اس کو دریافت نہیں کر سکتی اسی لیے اطبا نے اس کو ذکر نہیں کیا ہے اور اطبا نے جو کہا ہے کہ وہ ایک بثر ہے یا ایک ورم ہے یا ایک زخم ہے اور چنین و چناں سو واقع میں اسی وخز جن کا اثر ہے کہ محسوس ہوتا ہے اور دلیل اس معنی پر یہ ہے کہ طاعون کبھی ایسے شہروں میں ہوتا ہے جہاں کی ہوا بہت صحیح اور پانی بہت پاکیزہ ہوتا ہے۔ نیز طاعون کا سبب اگر فسادِ ہوا ہوتا تو روئے زمین

---

❶ قال شيخنا قال الأطباء الطاعون مادة سمية تحدث ورماً قتالاً وأن سببه فساد جوهر الهواء وهذا باطل بالأحاديث الصحيحة و قدأبطل ابن القيم في الهدى قول الأطباء هذا لوجوه انتهٰى كلام العلقمي ١٢ .

❷ عبارته هكذا ومنها أن كل داء ذاسبب من الأسباب الطبعية له دواء من الأدوية الطبعية وهذا الطاعون أعي الاطباء دواءه حتي سلم حذا قهم أنه لادواء له ولا دافع له إلا الذى خلقه وقدره. انتهٰى.

سے ہرگز منقطع نہ ہوتا کیونکہ کسی زمانہ میں بعض شہر فسادِ ہوا سے خالی نہیں ہوتے اور کبھی ایسے لوگوں کو طاعون ہوتا ہے جن کا مزاج دوسروں سے صحیح ہوتا ہے۔ نیز اگر فساد ہوا کی وجہ سے طاعون ہوتا تو تمام بدن کو پکڑتا۔ حالانکہ بدن کی ایک جگہ میں ہوتا ہے خلاصۂ کلام یہ کہ طاعون کا پیدا ہونا کسی ضابطہ اور قیاس کے تحت میں نہیں آتا ہے اگر فساد ہوا کی وجہ سے ہوتا تو اس کا کوئی ضابطہ اور قیاس ہوتا ایسا ہی کہا گیا ہے اور یہ باتیں قرائن و امارات ہیں اس امر پر کہ فساد ہوا کی وجہ سے طاعون کا پیدا ہونا اور سبب حدوث طاعون کا فساد ہوا میں منحصر ہونا مستبعد ہے اور یہ باتیں اس امر کی دلائل قطعیہ نہیں ہیں اور اصل دلیل مخبر صادق کی حدیث ہے اگر بحسب روایت کے صحت کو پہنچے اس حدیث کے صحیح ہونے کے بعد کسی دوسری دلیل کی حاجت نہیں رہے گی اور کوئی چیز اس کی معارض نہیں ہوگی۔'' انتھی کلام الشیخ مترجماً۔

میں کہتا ہوں بلاشبہ اصل دلیل مخبر صادق رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہی ہے جو ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت سے اوپر منقول ہو چکی ہے اور یہ حدیث بحسب روایت کے صحت کو پہنچی ہے۔ ائمہ حدیث نے اس کی تصحیح کی ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کے طرق اور شواہد کو ذکر کر کے نہایت اچھی طرح سے اس کی صحت بیان کی ہے اور آخر میں لکھا ہے: **والعمدة في هذا الباب على حديث أبي موسىٰ فإنه يحكم له بالصحة لتعدد طرقه إليه انتهىٰ.** اور ابن خزیمہ رحمہ اللہ اور حاکم رحمہ اللہ نے بھی اس کی تصحیح کی ہے۔ فتح الباری (ص۱۸۲ ج۱۰) میں ہے: **وقد صححه ابن خزيمة والحاكم** اور حافظ عبدالعظیم منذری رحمہ اللہ کتاب ترغیب وترہیب (ص۲۷۹) میں اس حدیث کو ذکر کر کے لکھتے ہیں: **رواه أحمد بأسانيد أحدها صحيح وأبو يعلىٰ والبزار والطبراني انتهىٰ.** اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی شاہد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث ہے **الطاعون شهادة لأمتي ووخز أعدائكم من الجن الحديث.** علامہ سیوطی رحمہ اللہ اس حدیث کو جامع صغیر میں ذکر کر کے لکھتے ہیں: **طس وأبو نعيم في فوائد أبي بكر بن خلاد عن عائشة انتهىٰ.** علامہ مناوی شرح جامع صغیر میں اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: **قال الهيثمي إسناده حسن انتهىٰ.**

المختصر طاعون پیدا ہونے کا سبب شرعاً ''وخز جن'' ہے اور اس کا سبب فسادِ ہوا نہیں ہے اور طاعون کے وخز جن ہونے کی تائید احمد اور نسائی کی اس روایت سے ہوتی ہیں:

عن العرباض بن سارية أن رسول الله ﷺ قال يختصم الشهداء والمتوفون على فرشهم إلى ربنا عزّ وجل في الذين يتوفون من الطاعون فيقول الشهداء إخواننا قتلوا كما قتلنا ويقول المتوفون إخواننا ماتوا على فرشهم كما متنا فيقول ربنا انظروا إلى جراحتهم فإن أشبهت جراحهم جراح المقتولين فإنهم منهم ومعهم فإذا جراحهم قد أشبهت جراحهم. رواه أحمد والنسائي.

''یعنی عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شہید لوگ اور وہ لوگ جو اپنے فرشوں پر مرے ہیں (یعنی اپنے گھروں میں مرے ہیں اور شہید نہیں ہوئے ہیں) اللہ تعالیٰ کے پاس طاعون سے مرنے والوں کے بارے میں جھگڑیں گے۔ شہید لوگ کہیں گے کہ یہ طاعون سے مرنے والے ہماری بھائی ہیں جیسے ہم قتل کیے گئے ہیں یہ لوگ بھی قتل کیے گئے ہیں اور وہ لوگ جو اپنے فرشوں پر مرے ہیں کہیں گے کہ یہ طاعون میں مرنے والے ہمارے بھائی ہیں جیسے ہم لوگ اپنے فرشوں پر مرے ہیں یہ لوگ بھی اپنے فرشوں پر مرے ہیں۔ پس ہمارا رب فرمائے گا دیکھو طاعون میں مرنے والوں کے زخموں کو اگر ان لوگوں کے زخم شہیدوں کے زخموں کے مشابہ ہوں تو یہ لوگ انھیں شہیدوں میں سے ہیں اور ان کے ساتھ ہیں۔ پس ان لوگوں کے زخم شہیدوں کے زخم کے مشابہ ہوں گے۔'' روایت کیا اس حدیث کو احمد اور نسائی نے۔

اس حدیث کی سند حسن ہے اور اس کی شاہد عتبہ بن سلمی کی یہ مرفوع روایت ہے:

يأتي الشهداء والمتوفون بالطاعون فيقول أصحاب الطاعون



نحن شهداء فيقال انظروا فإن كان جراحهم بجراح الشهداء تسيل دماً وريحها كريح المسك فهم شهداء فيجدونهم كذلك أخرجه أحمد بسند حسن.

اور ہاں واضح رہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں وارد ہوا ہے: غدة كغدة الإبل يخرج في الآباط والمراق ''یعنی طاعون گلٹی ہی اونٹ کی گلٹی کی مثل بغلوں میں اور مراق میں نکلتی ہے۔'' سو اس میں اور طاعون کے ''وخز جن'' سے ہونے میں کچھ منافات نہیں ہے۔ کیونکہ یہ گلٹی اسی ''وخز جن'' کا اثر ہے۔ علامہ شیخ اسمٰعیل مہاجر حنفی تفسیر روح البیان (ص۹۹ ج۱) میں لکھتے ہیں:

وهذا لا ينافي قوله عليه السلام في حديث آخر غدة كغدة البعير تخرج في مراق البطن وذلك أن الجني إذا وخز العرق من مراق البطن خرج من وخزه الغدة فيكون وخز الجني سبب الغدة الخارجة. انتهى.

اور مولانا شیخ عبدالحق شرح سفر السعادۃ میں لکھتے ہیں: ''وآنچہ اطبا گفتہ اند کہ بثرے یا ورمی است یا قروحی است چنین و چنان در واقع اثر ہمان وخز و طعن جن است کہ محسوس میشود'' انتھی۔ الحاصل طاعون کے پیدا ہونے کا سبب شرعاً فسادِ ہوا نہیں ہے بلکہ ''وخز جن'' ہے۔

تنقیح امر چہارم

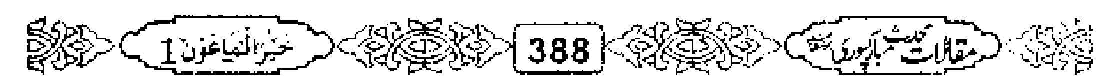
بعض ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ طاعون متعدی مرض ہے یعنی طاعون ایسا مرض ہے کہ جو شخص اس میں بیمار ہو تو اس سے میل جول رکھنے اور اس کی استعمال کی ہوئی چیزوں کے استعمال کرنے سے صحیح اور اچھے آدمی کو بھی طاعون ہو جاتا ہے۔ بعض ڈاکٹروں کا یہ خیال بہت سے ناواقف مسلمانوں کے دلوں میں نہایت رسوخ کے ساتھ جم گیا ہے اسی وجہ سے یہ لوگ طاعونی مقام سے نکل بھاگنے کو نہایت ضروری بتاتے ہیں۔ خود بھاگتے اور لوگوں کو

بھگاتے ہیں۔ طاعونی مریض اور ان کی تیمارداری سے سخت اجتناب کرتے اور طاعونی مردوں کی تجہیز وتکفین سے کوسوں بھاگتے ہیں لیکن بعض ڈاکٹروں کا یہ خیال شرعاً محض غلط اور بالکل باطل ہے۔ قانون شریعت سے طاعون کا غیر متعدی ہونا ثابت ہے اور صاف صاف بتادیا گیا ہے کہ طاعون وغیرہ کوئی مرض متعدی نہیں ہے۔ صحیح بخاری میں ہے **عن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ لا عدوى. الحديث** یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی مرض میں تعدی نہیں یعنی کسی بیمار کی بیماری کسی دوسرے کو لگتی نہیں۔ اور اسی کتاب میں ہے:

عن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ لا عدوى ولا هامة ولا صفر فقال أعرابي يا رسول الله ﷺ فما بال الإبل التي تكون في الرمل لكانها الظباء فيخالطها البعير الأجرب فيجربها فقال رسول الله ﷺ فمن أعدى الأول.

یعنی ''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی کی بیماری کسی دوسرے کو لگتی نہیں اور ہامہ اور صفر نہیں پس ایک اعرابی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ تو کیا وجہ ہے کہ ریگستان میں اونٹ ہرن کے مثل ہوتے ہیں پھر خارشتی اونٹ ان میں ملتا ہے تو ان کو خارشتی بنا دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو پہلے اونٹ کو کس نے خارشتی بنایا۔''

یعنی اللہ تعالیٰ ہی نے دوسرے اونٹوں کو بھی ابتداءً خارشتی بنایا جیسا کہ اسی نے پہلے اونٹ کو ابتداءً خارشتی بنایا۔ ان دونوں حدیثوں کے عموم سے صاف معلوم ہوا کہ طاعون متعدی نہیں ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے **إذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا فراراً منه** یعنی ''جس جگہ طاعون واقع ہو اور تم وہاں ہو تو وہاں سے بھاگنے کے قصد سے مت نکلو'' یہ حدیث نص صریح ہے۔ اس بات پر کہ طاعون متعدی نہیں ہے۔ کیونکہ اگر طاعون متعدی ہوتا تو رسول اللہ ﷺ طاعونی مقام سے بھاگنے کی ممانعت نہ فرماتے، بلکہ وہاں سے بھاگنے کا حکم



فرماتے۔ اگر کوئی کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: **فر من المجذوم كما تفر من الأسد** یعنی مجذوم سے تو ایسا بھاگ جیسا کہ تو شیر سے بھاگتا ہے۔ اور فرمایا **لا يورد ممرض على مصح** یعنی بیمار اونٹ والا اپنے بیمار اونٹوں کو صحیح اونٹ والے کے صحیح اونٹوں میں نہ ملائے۔ ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جذام اور اونٹ کی بیماری متعدی ہے۔ پس ان دونوں حدیثوں اور احادیث مذکورۂ بالا میں جمع وتوفیق کی کیا صورت ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان احادیث میں باہم جمع وتوفیق کی بہت سی صورتیں ائمہ دین نے بیان کی ہیں۔ ہم یہاں صرف ایک وجہ لکھتے ہیں جس کو حافظ ابن حجر نے اولیٰ کہا ہے اور جس کو امام طحاوی رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ شرح نخبہ [ص ٥٦] میں لکھتے ہیں:

والأولىٰ في الجمع بينهما أن يقال إن نفيه صلى الله عليه وآله وصحبه للعدوى باق علىٰ عمومه وقد صح قوله صلى الله عليه وآله وصحبه وسلم لا يعدى شيء شيئاً وقوله صلى الله عليه وسلم لمن عارضه بأن البعير الأجرب يكون في الإبل الصحيحة فيخالطها فتجرب حيث رد عليه بقوله فمن أعدى الأول يعني أن الله سبحانه ابتدأ ذلك في الثاني كما ابتدأ في الأول وأما الأمر بالفرار من المجذوم فمن سدباب الذرائع لئلا يتفق للشخص الذي يخالطه شيءً من ذلك [بتقدير الله تعالىٰ ابتداءً، لا بالعدوى المنفية، فيظن أن ذلك] بسبب مخالطته فيعتقد صحة العدوى فيقع في الحرج فأمر بتجنبه حسماً للمادة والله أعلم انتهى.

حاصل اس کا یہ ہے کہ حدیث **لا عدوى** اور حدیث **فر من المجذوم** میں جمع وتوفیق کی بہتر صورت یہ ہے کہ عدوی کی نفی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے وہ اپنے عموم پر باقی ہے اور کیونکر اپنے عموم پر باقی نہیں رہے گی۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا

ثابت ہے کہ ''کسی کی کوئی بیماری کسی کو لگتی نہیں۔'' اور آنحضرت ﷺ کا یہ فرمانا بھی ثابت ہے کہ ''کس نے پہلے اونٹ کو خارشتی بنایا'' (جواب میں اُس اعرابی کے جس نے کہا تھا کہ خارشتی اونٹ جب اچھے اور تندرست اونٹوں میں ملتا ہے تو ان کو خارشتی بنا دیتا ہے۔) یعنی اللہ تعالیٰ ہی نے دوسرے اونٹوں کو بھی ابتداءً خارشتی بنایا جیسا کہ اسی نے پہلے اونٹ کو ابتداءً خارشتی بنایا اور لیکن مجذوم سے بھاگنے کا حکم سو یہ باب سد ذرائع سے ہے تاکہ تعدیہ کا غلط اعتقاد کسی کے دل میں نہ آئے یا وہ اس واسطے کہ جو شخص مجذوم سے میل جول رکھتا ہو اور اس کو محض اللہ کی تقدیر سے ابتداءً جذام ہو جائے نہ میل جول رکھنے کی وجہ سے تو اس کے دل میں یہ غلط اعتقاد پیدا ہو سکتا ہے۔ کہ اس کو جو یہ بیماری ہوئی سو مجذوم سے میل جول رکھنے کی وجہ سے اور جب یہ غلط اعتقاد اس کے دل میں پیدا ہو گا تو وہ گناہ میں پڑے گا پس رسول اللہ ﷺ نے مجذوم سے بھاگنے اور اس سے میل جول نہ رکھنے کا حکم کیا کہ دل میں اس غلط اعتقاد کے آنے کا دروازہ ہی بند ہو جائے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ شرح معانی الآثار میں لکھتے ہیں:

فإن قال قائل فنجعل هذا مضادا لماروى عن النبي ﷺ لا يورد ممرض على مصح كما جعله أبو هريرة قلت لا ولكن يجعل قوله ولا عدوى كما قال النبي ﷺ نفي العدوى أن يكون أبدا ويجعل قوله لا يورد ممرض على مصح على الخوف منه أن يورد عليه فيصيبه بقدر الله ما أصاب الأول فيقول الناس أعداه الأول فكره إيراد المصح على الممرض خوف هذا القول وقد روينا عن رسول الله ﷺ في هذا الآثار أيضاً وضعه يد المجذوم في القصعة فدل فعل رسول الله ﷺ أيضاً على نفي الأعداء لأنه لو كان الأعداء مما يجوز إذا لما فعل النبي ﷺ ما يخاف ذلك منه لأن في ذلك جر التلف إليه وقد نهى الله عزوجل عن ذلك فقال ولا تقتلوا أنفسكم انتهى.

امام طحاوی رحمہ اللہ کے اس کلام کا مآل وہی ہے جو حافظ کے کلام کا ہے لیکن امام

طحاوی رحمہ اللہ نے اتنی بات زیادہ لکھی ہے کہ ان احادیث میں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے پیالہ میں مجذوم کے ہاتھ کا رکھنا بھی روایت کیا ہے۔ سو حضرت کا یہ فعل عدوی کی نفی پر دلیل ہے کیونکہ اگر عدوی ہوتا تو حضرت ایسا ہرگز نہ کرتے اس واسطے کہ اس میں اپنی طرف تلف کھینچ لاتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے اپنی جانوں کو قتل مت کرو۔ الحاصل قانون شریعت سے طاعون متعدی مرض نہیں ہے اور عقلاً بھی اس کا متعدی ہونا ثابت نہیں اور اس کے تعدیہ کے جو ثبوت پیش کیے جاتے ہیں وہ مخدوش ہیں اور ناقابل تسلیم۔ یہی وجہ ہے کہ سر میجر کل گہارن اور ڈاکٹر ہیفکن نے بمبئی کے طاعون میں مزید تحقیقات کے بعد جو رائے ظاہر کی اور لکھا وہ یہی کہ طاعون متعدی مرض ہی نہیں ہے اور ڈاکٹر کلگہارن کی تحقیقاتی کمیٹی کی تنہا یہ رائے نہیں ہے، بلکہ یورپ کے ایک گروہ کا یہی خیال ہے۔ (دیکھو رسالہ الطاعون) اگر کوئی کہے کہ جن ڈاکٹروں کا یہ خیال ہے کہ طاعون متعدی ہے وہ اس کے ثبوت میں چند تاریخی شہادتیں پیش کرتے ہیں ان کا بیان ہے کہ لندن میں جو وبا ۱۶۶۳ء میں آئی تھی وہ جس گھر میں گئی اس گھر کے تمام آدمیوں کو ہلاک کر دیا۔ روس میں جو لوگ مردوں کو دفن کیا کرتے تھے وہ سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ بوشہرہ کی وبا کے متعلق ایک ایرانی اخبار نے بیان کیا تھا کہ بوشہرہ کے قاضی نے بڑی بڑی تنخواہوں پر سو آدمی نعشوں کے دفن کرنے کے لیے نوکر رکھے تھے۔ جن میں ۹۶ آدمی مر گئے اور اب صرف ۴ آدمی باقی ہیں ۱۸۳۵ء میں دو مصری مجرموں کو ان مریضوں کے بستروں پر لٹا دیا گیا تھا جو طاعون سے مر گئے تھے اور یہ دونوں مجرم بیمار ہو گئے اسی طرح کی اور بھی شہادتیں پیش کی جاتی ہیں۔ پس ان شہادتوں سے طاعون کا متعدی ہونا ظاہر ہوتا ہے تو جواب اس کا اولاً یہ ہے کہ جن ڈاکٹروں کا یہ خیال ہے کہ طاعون متعدی نہیں وہ بھی اپنے اس خیال کے ثبوت میں بہت سی تاریخی شہادتیں پیش کرتے ہے اور ان کا بیان ہے کہ ۱۸۳۵ء میں قاہرہ کے شفاخانہ میں تین ہزار وبائی مریض زیر علاج تھے۔ ان بیماروں کے بستر دوسرے بیماروں کے استعمال میں آئے لیکن وہ اس مرض سے محفوظ رہے۔ ۱۸۷۸ء میں رشیا کے بعض دیہات میں دو مہینہ تک یہ وبا محدود رہی باوجودیکہ اس دو مہینہ کے عرصہ میں اس گاؤں میں

دوسرے دیہات سے باہمی آمد ورفت رہی لیکن ان پر وبا کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا۔ ۱۸۳۴ء میں آٹھ مہینے تک اسکندریہ میں طاعون رہا۔ لیکن تجارت بالکل بے خطر تھی۔ اسی طرح اور بھی شہادتیں پیش کی جاتی ہیں۔ پس جب مذکورہ بالا شہادتوں کے خلاف میں یہ تاریخی شہادتیں موجود ہیں تو مذکورہ بالا شہادتوں سے طاعون کا متعدی ہونا کیونکر ثابت ہو سکتا ہے۔

ثانیا: یہ کہ طاعونی مقام میں جتنے لوگ طاعون میں مبتلا ہوتے ہیں ظاہر ہے کہ تعدیہ کے قائلین کے نزدیک بھی ان میں بہت سے ایسے بیمار ہوتے ہیں جن کو طاعون تعدیہ کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ ابتداء کسی خاص سبب سے ہوتا ہے۔ پس ان بیماروں کے علاوہ باقی اور جتنے بیمار ہیں ان کی نسبت ان قائلین تعدیہ کو کس چیز نے یقین دلا دیا کہ ان کو ابتداء طاعون نہیں ہوا، بلکہ ان کو طاعونی مریضوں کے پاس رہنے اور ان کے میل جول سے ہوا۔ پس جب تک اس احتمال کی نفی کسی دلیل صحیح سے ثابت نہ کر لی جائے ہرگز ہرگز طاعون کا متعدی ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔

ثالثا: یہ کہ ڈاکٹر اور یونانی طبیب اس امر کو تسلیم کر چکے ہیں طاعون کے پیدا ہونے کا سبب فسادِ ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ ہوائے فاسد ایک [illegible]رک سبب ہے جو کسی خاص شخص کے ساتھ مخصوص نہیں پس باوجود اس عام و مشترک سبب کے اس بات کا یقین کر لینا کہ بعض لوگوں کو ہوائے فاسد کی وجہ سے طاعون ہوا اور بعض لوگوں کو ہوائے فاسد کی وجہ سے نہیں، بلکہ طاعونی مریضوں سے میل جول رکھنے کی وجہ سے ہوا عجیب بات ہے۔

قال في كنوز الصحة والذين لا يعتقدون العدوى أن هذه الأمراض لا تنتقل بالملامسة وإنما تصيب كثيرا من الناس في آن واحدٍ لوجود السبب المحدث لها في الجو فينكرون الكرنتينا ويقولون بعدم نفعها انتهى.



تنقیح امر پنجم

آنحضرت ﷺ نے طاعون سے پناہ نہیں مانگی ہے، بلکہ اپنی امت کے واسطے طاعون میں مرنے کی دعا مانگی ہے۔ مسند احمد بن حنبل میں ہے:

عن أبي بردة بن قيس أخي أبي موسى الأشعري قال قال رسول الله ﷺ اللهم اجعل فناء أمتي بالطعن والطاعون.

یعنی ''ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اے اللہ! میری امت کی موت اپنی راہ میں کر طعن سے اور طاعون سے۔''

اس حدیث کا اہل علم نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس دعا سے یہ ارادہ کیا ہے کہ آپ کی امت کے واسطے شہادت کی قسموں سے بلند ترین قسم حاصل ہو اور وہ قتل فی سبیل اللہ ہے ان کے اعداء انس یا جن کے ہاتھوں سے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں لکھتے ہیں:

قال العلماء أراد صلى الله عليه وسلم أن يحصل لأمته أرفع أنواع الشهادة وهو القتل في سبيل الله بأيدي أعدائهم إما من الإنس وإما من الجن انتهى.

اس حدیث کی سند حسن ہے اور طبرانی رحمہ اللہ نے معجم کبیر میں اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے اور حاکم رحمہ اللہ نے اس کو صحیح الاسناد کہا ہے اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے تلخیص المستدرک میں تصحیح حاکم پر کچھ کلام نہیں کیا ہے۔ حافظ منذری رحمہ اللہ ترغیب وترہیب میں اس حدیث کو نقل کر کے لکھتے ہیں: **رواه أحمد بإسناد حسن والطبراني في الكبير ورواه الحاكم من حديث أبي موسى وقال صحيح الإسناد.** علامہ سیوطی رحمہ اللہ اس حدیث کو جامع صغیر میں بلفظ مسند احمد نقل کر کے لکھتے ہیں: **طب عن أبي بردة الأشعري.**

علامہ مناوی رحمہ اللہ شرح جامع صغیر میں لکھتے ہیں: **ورواه أيضاً الحاكم باللفظ المزبور وصححه وأقره عليه الذهبي بل رواه أحمد باللفظ المزبور قال الهيثمي**

رجالـه ثقـات انتهى. علامہ عزیزی رحمہ اللہ شرح جامع صغیر میں لکھتے ہیں: صـحـحـه الـحـاكم وأقـروه. ابو بردہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی مثل حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بھی ایک ضعیف روایت آئی ہے۔ جس کو ہم تائیداً واستشہاداً لکھتے ہیں: کنز العمال (ص ۳۲۳ ج ۲) میں ہے:

عن أبي بكر الصديق رضي الله عنه قـال كنت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في الغار فقال اللهم طعناً وطاعوناً قلت يا رسول الله صلى الله عليه وسلم إني أعلم أنك سألت منايا أمتك فذاالطعن قد عرفنا فما الطاعون قال ذرب كالدمل إن طال بك حيوة فستراه(ع) وهو ضعيف .

یعنی ''ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں تھا پس آپ نے فرمایا: اے اللہ طعن اور طاعون۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جانتا ہوں کہ آپ نے اپنی امت کی موت کا سوال کیا ہے پس اس طعن کو ہم نے پہنچانا سو طاعون کیا ہے؟ آپ نے فرمایا گلٹی ہے دنبل کی مثل۔ اگر تمھاری زندگی دراز ہوگی تو عنقریب اس کو دیکھو گے۔ روایت کیا اس کو ابو یعلی نے۔''

اور کنز العمال (ص ۳۲۳ ج ۲) میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ایک یہ اثر بھی منقول ہے: عن أبي السفر قال كان أبو بكر إذا بعث إلى الشام بايعهم على الطعن والطاعون انتهى. یعنی ''ابو السفر سے روایت ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ جب شام کی طرف لوگوں کو بھیجتے تھے تو ان سے طعن اور طاعون پر بیعت لیتے تھے۔'' روایت کیا اس کو مسدد نے اپنی مسند میں۔ علامہ ابن حجر مکی کے فتاویٰ حدیثیہ میں ہے:

وسئل رضي الله عنه هل ورد في حديث الطاعون وخز إخوانكم وهل استعاذ صلى الله عليه وسلم منه فأجاب بقوله المحفوظ وخز أعدائكم ولم يرد إخوانكم ولم ترد استعاذته صلى الله عليه وسلم منه بل دعا به وطلبه لأمته في حديث أبي



يعلى وأخرج أحمد عن معاذ أن الطاعون شهادة ورحمة ودعوة نبيكم الخ .

یعنی ''ابن حجر رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ طاعون کی حدیث میں لفظ وخــز اخــوانــکم وارد ہوا ہے اور کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طاعون سے پناہ مانگی ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ محفوظ لفظ وخــز أعــدائکم ہے اور اخوانکم کا لفظ وارد نہیں ہوا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طاعون سے پناہ مانگنا وارد نہیں ہوا ہے، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طاعون کی دعا مانگی ہے اور اس کو اپنی امت کے واسطے طلب کیا ہے۔ جیسا کہ ابو یعلی رحمہ اللہ کی حدیث میں ہے اور احمد رحمہ اللہ نے معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ طاعون شہادت اور رحمت ہے اور تمھارے نبی کی دعا ہے۔''

تنقیح امر ششم

شریعت میں طاعونی مقام میں ٹھہرے رہنے کی مذمت نہیں وارد ہوئی ہے، بلکہ اس کی بہت کچھ فضیلت ثابت ہے۔ صحیح بخاری اور مسند احمد بن حنبل (ص ۲۵۲ ج ٦) میں ہے:

عــن عــائشة أنها قالت سألت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم عن الطاعون فأخبرني رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم أنه كان عذابا يبعثه الله على من يشاء فجعله رحمة للمؤمنين فليس من رجل يقع الطاعون فيمكث في بيته صابراً محتسبا يعلم أنه لا يصيبه إلا ما كتب الله له إلا كان له مثل أجر الشهيد هذا لفظ أحمد وفي رواية البخاري في القدر ما من عبد يكون في بلد يكون فيه ويمكث فيه لا يخرج من البلدة صابراً محتسبا يعلم أنه ما يصيبه إلا ما كتب الله له إلا كان له مثل أجر شهيد .

یعنی ''عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے طاعون کا حال دریافت کیا آپ نے مجھے بتایا کہ وہ عذاب تھا جس پر اللہ چاہتا بھیجتا تھا پس اللہ نے مومنوں کے واسطے اس کو رحمت بنا دیا سو جو شخص طاعون واقع ہونے کے وقت اپنے گھر میں صبر کے ساتھ اور ثواب کا امیدوار ہو کر ٹھہرا رہے اور یقین رکھے کہ اس کو وہی پہنچے گا جو اللہ نے اس کے لیے لکھ رکھا ہے تو اس شخص کے واسطے شہید کے برابر ثواب ہے۔ یہ احمد کا لفظ ہے اور صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ جو بندہ ایسے شہر میں ہو جہاں طاعون ہے اور اس میں ٹھہرا رہے اور شہر سے نہ نکلے اور صابر اور ثواب کا امیدوار ہو اور یقین رکھے کہ اس کو وہی پہنچے گا جو اللہ نے اس کے واسطے لکھ رکھا ہے تو اس بندہ کے واسطے ایک شہید کا ثواب ہے۔''

اور اس کے سوا اور فضیلتیں بھی وارد ہوئی ہیں جیسا کہ تم کو آگے چل کر معلوم ہوگا۔

تنقیح امر ہفتم

جمہور اہلِ علم صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ کا مذہب یہی ہے کہ طاعون سے بھاگنا حرام و ناجائز ہے۔ دیکھو اس رسالہ کا پہلا باب بحث حدیث پنجم۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلا باب

طاعونی مقام سے بھاگنے کی ممانعت کا ثبوت

طاعونی مقام سے بھاگنے کی ممانعت قرآنِ مجید سے

قال اللہ تعالیٰ ﴿ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ﴾

[البقرة: ۲۴۳]

''یعنی کیا تو نے نہ دیکھا ان لوگوں کو جو نکلے اپنے گھروں سے موت کے ڈر سے اور وہ ہزاروں تھے پس کہا ان سے اللہ نے مرجاؤ پس زندہ کیا ان کو اللہ نے بیشک اللہ بڑا فضل والا ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں شکر کرتے ہیں۔''

مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ فتح الرحمٰن میں اس آیت کے فائدہ میں لکھتے ہیں:

''مترجم گوید ایشان قومی از بنی اسرائیل بودند از ترسِ وبا بصحرا رفتند و آنجا بغضب الٰہی یکبارہ ہلاک شدند و باز بدعائے حزقیل علیہ السلام زندگانی یافتند۔'' یعنی ''یہ لوگ بنی اسرائیل سے ایک قوم تھی وبا کے ڈر سے میدان میں چلی گئی اور اس جگہ غضب الٰہی سے یکبارگی ہلاک ہو گئی۔ اور پھر حزقیل علیہ السلام کی دعا سے دوبارہ زندگی پائی'' اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بسند صحیح مروی ہے کہ یہ لوگ طاعون کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکل بھاگے تھے اور اکثر مفسرین واہلِ علم کا یہی قول ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ یہ لوگ جہاد کے ڈر سے بھاگے تھے مگر یہ قول ضعیف ہے اور اللہ تعالیٰ کا ان لوگوں کو ہلاک کرڈالنا ان کی عقوبت کے لیے تھا کما

سیظهر لک هذا کله. پس بنابر قول اکثر مفسرین واہل علم کے اس آیت سے طاعون سے بھاگنے کی ممانعت کا ثابت ہونا ظاہر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل علم نے اس آیت سے طاعونی مقام سے بھاگنے کی ممانعت پر استدلال کیا ہے۔ علامہ شیخ احمد صاوی رحمہ اللہ مالکی حاشیہ تفسیر جلالین (ص ۱۱۵ ج ۱) میں لکھتے ہیں: **أخذت الأئمة من الأية النهي عن الخروج من بلد فيها الطاعون انتهٰى**. یعنی "اماموں نے اس آیت سے یہ ثابت کیا ہے کہ طاعونی شہر سے نکلنا منع ہے۔" اور حافظ سیوطی رحمہ اللہ اکلیل فی استنباط التنزیل (ص ٦٧ برجامع البیان) میں لکھتے ہیں:

قوله تعالىٰ ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِن دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ﴾ أخرج الحاكم عن ابن عباس أنهم خرجوا فراراً من الطاعون ففيه ذم الفرار منه انتهٰى.

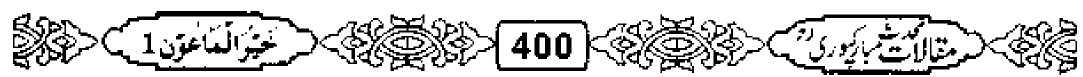
یعنی "حاکم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ یہ لوگ طاعون سے بھاگ کر نکلے تھے پس اس آیت سے طاعون سے بھاگنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔" اور علامہ احمد معروف بہ ملا جیون حنفی تفسیر احمدی (ص ۱۶۹) میں لکھتے ہیں:"

اللہ تعالیٰ کا قول ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِن دِيَارِهِمْ﴾ الخ [البقرة: ۲۴۳] وبا اور طاعون سے نہ بھاگنے کے مسئلہ میں ہے معلوم کرو کہ موت سے نہ بھاگنے کے بارے میں بہت سی آیتیں ہیں اور یہ آیت ان میں پہلی ہے اور اس کا قصہ حسینی میں اس طرح پر ہے کہ داوردان نامی ایک گاؤں میں وبا پیدا ہوئی تو وہاں کے کچھ لوگ نکل بھاگے اور سلامت رہے اور کچھ لوگ اپنے گھروں میں ٹھہرے رہے سو وہ مر گئے پس لوگوں نے یقین کیا کہ وبا سے بھاگنا نجات کا سبب ہے۔ پھر دوسرے سال وبا پیدا ہوئی تو اس مرتبہ سب کے سب اپنے گھروں سے نکل گئے اور وہ فقط موت ہی کے ڈر سے نکلے تھے پس اللہ تعالیٰ نے کہا مر جاؤ۔ یا اس کو دو فرشتوں نے کہا ایک میدان کے اوپر کی جانب سے اور ایک نیچے کی جانب سے۔ پھر اس قصہ کو پورا ذکر کر کے لکھا ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ بنی اسرائیل سے ایک قوم تھی ان کے بادشاہ نے ان کو جہاد کے واسطے بلایا۔ پس یہ لوگ قتل

ہونے کے ڈر سے بھاگ گئے پھر اس کے بعد علامہ ممدوح لکھتے ہیں مآل اس آیت کا یہ ہے کہ بلا شبہ ثابت ہو چکا ہے کہ جب کسی شہر میں وبا اور طاعون واقع ہو تو وہاں سے بھاگنا حرام ہے اور اسی طرح وہاں جانا بھی حرام ہے اور ہماری غرض یہ ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک کو قرآن سے ثابت کریں پس طاعونی شہر میں داخل ہونے کی حرمت آیہ ﴿ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ ﴾ [البقرة: ۱۹۵] سے ثابت ہوتی ہیں۔ جیسا کہ اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور طاعونی شہر سے بھاگنے کی حرمت اس آیت ﴿ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِمْ ﴾ الخ سے ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ اس قصہ کے ذکر کرنے سے یہی نفع ہے کہ سننے والوں کو عبرت ہو اور اس سبب سے باز رہیں جوان لوگوں سے منقول ہے اور وہ طاعون سے بھاگنا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ طاعون سے بھاگنا منع ہے اور اس مضمون کی بہت آیتیں قرآن میں ہیں جیسے آیت ﴿ قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلَاقِيكُمْ ﴾ [الجمعة: ۸] وغیرہ۔ یہ نہیں کہا جائیگا کہ ''اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کسی اخروی عذاب کو مرتب نہیں کیا ہے جیسا کہ اکثر قصوں میں مرتب کیا ہے۔ پس اس آیت سے طاعون سے بھاگنے کی ممانعت پر کیونکر استدلال کیا جائیگا۔'' کیونکہ ہم کہیں گے کہ اس آیت میں دنیا کے عذاب کا مرتب کرنا کافی ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کہا کہ مر جاؤ زیادہ سے زیادہ جو کہا جائیگا وہ یہ ہے کہ کیوں نہیں جائز ہے کہ اس قصہ سے غرض اور مقصود اس امر کے تعجب کا بیان کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کتنے ہزار آدمیوں کو ایک لحہ میں مار ڈالنے کے بعد زندہ کیا اور ان کے طاعون سے بھاگنے کا بیان کرنا مقصود نہیں ہے۔ یا اس آیت کا فائدہ مسلمانوں کو جہاد پر آمادہ اور مستعد کرنا ہے اور یہ بتانا ہے کہ لامحالہ موت آنے والی ہے۔ جیسا کہ تفسیروں میں اس کی تصریح کی گئی ہے نیز یہ آیت قتل ہونے کے ڈر سے بھاگنے کے بیان میں ہے۔ جیسا کہ دوسری روایت میں مذکور ہے اور وبا سے بھاگنے کے بیان میں نہیں ہے۔ اور اس کا جواب اس طرح پر دیا جا سکتا ہے کہ دوسری روایت ضعیف ہے اس کے ضعیف ہونے پر اس کو پیچھے ذکر کرنا دلالت کرتا ہے۔ اور اگر تسلیم کیا جائے کہ اس قصہ سے ہزاروں آدمیوں کے زندہ کرنے کے تعجب کا بیان کرنا مقصود ہے یا مسلمانوں کو جہاد پر آمادہ و مستعد کرنا مقصود

ہے پس جو ہم نے ذکر کیا ہے وہ لا أقل إشارة النص ہے اور وہ استدلال کے حق میں عبارۃ النص کے مثل ہے بالخصوص جبکہ وہ حدیث سے مؤید ہے اور وہ حدیث یہ ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ''طاعون سے بھاگنے والا لڑائی سے بھاگنے والے کی مثل ہے۔'' انتھی کلام ملاجیون مترجما۔

اور علامہ ابن حجر مکی زواجر (ص۱۹۲ ج۲) میں لکھتے ہیں: طاعون سے بھاگنا گناہ کبیرہ ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ﴾ [البقرة: ۲۴۳] جان تو کہ اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ احکام کے بیان کے بعد قصوں کو بیان کرتا ہے تاکہ سننے والے کو عبرت ہو۔ اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ واسط کے قریب ایک گاؤں میں طاعون ہوا پھر علامہ ابن حجر نے اس قصہ کو پورا ذکر کر کے وہ حدیثیں نقل کی ہیں جس سے طاعون سے بھاگنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ پھر لکھتے ہیں: طاعون سے بھاگنے کو گناہ کبیرہ شمار کرنا بھی ظاہر آیت ہے اس بنا پر جو اکثر مفسرین سے منقول ہوا، نیز یہی ظاہر احادیث ہے کیونکہ طاعون سے بھاگنے کو لڑائی سے بھاگنے کے ساتھ تشبیہ دینا اس بات کو چاہتا ہے کہ گناہ کبیرہ ہونے میں وہ اس کے مثل ہے۔ انتھی کلام ابن حجر مترجما۔ اور علامہ مرتضیٰ زبیدی حنفی احیاء العلوم کی شرح (ص۵۳۱ ج۹) میں طاعون سے بھاگنے کی ممانعت کی حدیثوں کو نقل کر کے لکھتے ہیں اور لیکن وہ آیت جس سے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے استدلال کیا ہے اور وہ ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِمْ﴾ الآیۃ ہے۔ کلبی نے کہا کہ وہ آٹھ ہزار تھے اور قتادہ نے کہا کہ طاعون واقع ہوا پس ان میں سے دو تہائی نکل بھاگے اور ایک تہائی باقی رہ گئے۔ پھر طاعون ہوا تو سب کے سب نکل بھاگے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو عقوبتاً مار ڈالا انتھی مترجما۔ اور علامہ عینی حنفی عمدۃ القاری شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ طاعون سے بھاگنا ایسا ہے جیسے لڑائی سے بھاگنا، اور بیان کیا جاتا ہے کہ کم ایسا ہوتا ہے کہ جو شخص طاعون سے بھاگا ہو پھر سلامت رہا ہو اور اس بارے میں نصیحت کے واسطے اللہ تعالیٰ کا یہ قول کافی ہے۔ ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِمْ﴾ الآیۃ حسن نے کہا کہ



یہ لوگ طاعون کے ڈر سے نکلے تھے پس اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک ساعت میں مار ڈالا اور یہ لوگ چالیس ہزار تھے انتھی۔ الختصر آیہ مذکورہ سے طاعونی مقام سے بھاگنے کی ممانعت کا ثابت ہونا ظاہر ہے اور اس مطلوب پر اس آیت سے استدلال صحیح ہے۔

اوپر جو لکھا گیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح مروی ہے کہ یہ لوگ طاعون سے بھاگے تھے اب اس روایت کو سنو تفسیر ابن کثیر میں ہے:

قال وكيع بن الجراح في تفسيره حدثنا سفيان عن ميسرة بن حبيب النهدي عن المنهال بن عمرو الأسدي عن سعيد بن جبير عن ابن عباس ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ﴾ قال كانوا أربعة آلاف خرجوا فراراً من الطاعون قالوا نأتي أرضاً ليس بها موت حتى إذا كانوا بموضع كذا وكذا قال لهم الله موتوا فماتوا فمر عليهم نبي من الأنبياء فدعا ربه أن يحييهم فأحياهم فذلك قوله عزوجل ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ﴾ الاية انتهى.

یعنی ''ابن عباس رضی اللہ عنہ سے آیہ ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَهُمْ﴾ الایۃ کی تفسیر میں روایت ہے کہ یہ لوگ چار ہزار تھے جو طاعون سے بھاگ کر نکلے تھے ان لوگوں نے کہا ایسی زمین میں چلیں جہاں موت نہ ہو یہاں تک کہ جب اس جگہ میں پہنچے تو اللہ نے ان کو کہا کہ مر جاؤ پس مر گئے۔ پھر ان لوگوں پر ایک نبی کا گزر ہوا تو انھوں نے اللہ تعالیٰ سے ان کے زندہ کرنے کے واسطے دعا کی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو زندہ کر دیا۔ پس اللہ تعالیٰ کے قول ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ﴾ سے یہی مراد ہے۔''

اس روایت کی سند صحیح ہے اس سند میں بجز میسرہ بن حبیب کے باقی کل راوی صحیح

بخاری کے راوی ہیں اور میسرہ بن حبیب بھی ثقہ ہیں۔ ابن معین اور عجلی رحمہما اللہ نے ان کی توثیق کی ہے۔ دیکھو خلاصہ۔ یہ روایت تفسیر ابن جریر میں بھی اسی سند سے موجود ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت کی تائید عمرو بن دینار اور قتادہ اور حسن وغیرہم کی ان روایتوں سے ہوتی ہے جن کو ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں بایں عنوان ذکر کیا ہے (ذکر الأخبار عمن قال کان خروج هولاءالقوم من دیارهم فراراً من الطاعون) اور وہ روایتیں یہ ہیں:

قال الطبری حدثنا عمرو بن علی قال ثنا ابن أبی عدی عن الأشعث عن الحسن فی قوله ﴿ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُواْ مِن دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ﴾قال خرجوا فراراً من الطاعون الخ . حدثنا الحسن بن یحییٰ قال أخبرنا عبد الرزاق قال أخبرنا معمر عن الحسن فی قوله تعالیٰ ﴿ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُواْ مِن دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ﴾قال فروا من الطاعون﴿ فَقَالَ لَهُمُ اللّهُ مُوتُواْ ثُمَّ أَحْيَاهُمْ ﴾لیکملوا بقیة آجالهم .حدثنا محمد بن عمرو قال ثنا أبو عاصم عن عیسیٰ عن ابن أبی نجیح عن عمرو بن دینار فی قول الله تعالیٰ ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُواْ مِن دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ﴾قال وقع الطاعون فی قریة فخرج أناس وبقی أناس فهلک الذین بقوافی القریة وبقی الاخرون ثم وقع الطاعون فی قریتهم الثانیة الخ.ثم ذکر الطبری هذه الروایة من طریق أخری ثم قال حدثنا بشر بن معاذ قال حدثنا سوید قال حدثنا سعید عن قتادة ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُواْ مِن دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ ﴾الآیة مقتهم الله علی فرارهم من الموت فأماتهم الله عقوبة الخ. حدثت عن عمار بن الحسن قال ثنا ابن أبی جعفر عن أبیه عن حصین عن

هلال بن يساف في قوله تعالىٰ ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُواْ﴾ الاية قال كان هؤلاء القوم من بني إسرائيل إذا وقع فيهم الطاعون الخ. حدثني يونس قال أخبرنا ابن وهب قال أخبرني سعيد بن أبي أيوب عن حماد بن عثمان عن الحسن أنه قال في الذين أماتهم الله ثم أحياهم قال هم قوم فروامن الطاعون فأماتهم الله عقوبة ومقتاً ثم أحياهم لآ جالهم.

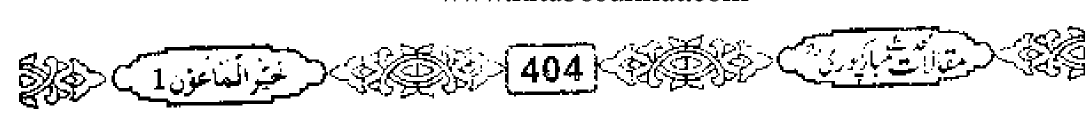
علامہ ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے عنوان مذکور کے پہلے بھی اس مضمون کی چند روایتیں لکھی ہیں۔ ازانجملہ ایک یہ ہے:

حدثني يونس قال أخبرنا ابن وهب قال ابن زيد في قول الله ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُواْ مِن دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوتُواْ ثُمَّ أَحْيَاهُمْ﴾ قال قرية كانت نزل بها الطاعون الخ .

ان روایات کے علاوہ اور بھی روایتیں ہیں جن سے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت مذکورہ کی تائید ہوتی ہے۔ اور اوپر جو یہ کہا گیا کہ اکثر مفسرین واہلِ علم کا یہی قول ہے کہ یہ لوگ طاعون سے بھاگے تھے اب اس کا ثبوت سنو۔ "امام بغوی معالم التنزیل میں لکھتے ہیں: کہ اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ ایک گاؤں میں جس کو لوگ داوردان کہتے تھے طاعون واقع ہوا تو کچھ لوگ گاؤں سے نکل بھاگے اور کچھ لوگ گاؤں میں ٹھہرے رہے۔ پس بھاگنے والے سلامت رہے اور ٹھہرنے والوں میں اکثر لوگ مر گئے۔ جب طاعون مرتفع ہو گیا تو بھاگنے والے گاؤں میں آئے تب ٹھہرنے والوں نے کہا بھاگنے والے لوگ ہم لوگوں سے زیادہ چالاک اور ہوشیار تھے۔ جیسا کہ ان لوگوں نے کیا اگر ہم لوگ بھی کیے ہوتے تو بچ جاتے۔ اگر دوسری مرتبہ طاعون ہوا تو ہم لوگ ایسی زمین میں نکل جائیں گے جہاں طاعون نہ ہوگا۔ اتفاق کہ سال آئندہ اس گاؤں میں پھر طاعون ہوا تو وہاں کے اکثر لوگ نکل بھاگے اور ایک وسیع میدان میں جا کر ٹھہرے۔ پھر ایک فرشتہ نے اس میدان کے نیچے کی جانب سے اور

ایک نے اوپر کی جانب سے پکارا کہ ﴿ موتوا ﴾ یعنی مرجاؤ پس سب کے سب مر گئے۔ اور حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر (ص۳۴۴ ج ۲) میں لکھتے ہیں کہ سلف سے غیر واحد نے یعنی بہت لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ یہ لوگ ایک شہر کے رہنے والے تھے بنی اسرائیل کے زمانہ میں ان لوگوں میں سخت وبا آئی تو موت کے ڈر سے میدان میں نکل بھاگے اور ایک وسیع میدان میں ٹھہرے پس اللہ تعالیٰ نے دو فرشتوں کو بھیجا ایک نے میدان کے نیچے کی جانب سے اور دوسرے نے اوپر کی جانب سے ایک ایسی چیخ ماری کہ سب کے سب مر گئے۔ پھر حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ ان لوگوں کے زندہ ہونے کا قصہ لکھ کر کہتے ہیں کہ اس قصہ میں عبرت اور دلیل ہے کہ قدر سے حذر نہیں بچاتا ہے اور اللہ سے کوئی پناہ کی جگہ نہیں، مگر اسی کی طرف کیونکہ یہ لوگ وبا سے بھاگ کر طول حیاۃ کی غرض سے نکلے تھے۔ پس ان کے ساتھ ان کے قصد کے خلاف معاملہ کیا گیا۔ اور آن واحد میں فوراً ان کو موت آ گئی۔ انتھیٰ مترجماً۔

اور ہم نے جو اوپر دوسرے قول کو ضعیف کہا تھا سو اس کے ضعیف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مفسرین عموماً اس قول کو پہلے قول سے پیچھے ذکر کرتے ہیں۔ ہم نے تفسیر کی جتنی کتابیں دیکھی ہیں۔ سب میں یہ دوسرا قول پہلے قول سے پیچھے ہی مذکور ہے۔ اور ساتھ اس کے بہت سی تفسیروں میں یہ دوسرا قول بلفظ قیل مذکور ہے اور ساتھ اس کے متعدد کتب تفسیر میں یہ دوسرا قول سرے سے ذکر ہی نہیں کیا گیا ہے۔ فقط پہلا ہی قول لکھا گیا ہے۔ چنانچہ تفسیر جلالین، تفسیر ابن کثیر، تفسیر جامع البیان، تفسیر اکلیل، تفسیر حسینی میں فقط پہلا ہی قول مذکور ہے۔ دوسرا قول سرے سے ذکر ہی نہیں کیا گیا۔ اور تفسیر معالم التنزیل، تفسیر خازن، تفسیر کبیر، تفسیر بیضاوی، تفسیر کشاف، تفسیر خطیب شربینی، تفسیر ابی السعود، تفسیر مدارک، تفسیر نیساپوری، تفسیر روح المعانی وغیرہا میں دونوں قول مذکور ہیں، مگر ان سب میں دوسرا قول پہلے قول سے پیچھے مذکور ہے اور دوسرے قول کے ثبوت میں کوئی صحیح روایت بھی نہیں ہے اور تفسیر ابن جریر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جو دو روایتیں اس بارے میں مروی ہیں وہ قابلِ احتجاج نہیں ہیں۔ ان میں سے ایک کی سند کے اکثر راویوں کا کتب رجال سے پتہ نہیں لگتا ہے اور ایک کی سند منقطع ہے۔ چنانچہ تفسیر ابن جریر میں پہلی روایت بایں سند مروی ہے۔



حدثني محمد بن سعد قال حدثني أبي حدثني عمي قال حدثني أبي عن أبيه عن ابن عباس قوله ﴿ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ ﴾ يقول عدد كثير خرجوا فرارا من الجهاد في سبيل الله فأماتهم الله ثم أحياهم وأمرهم أن يجاهدوا عدوهم فذلک قوله ﴿ وقاتلوا في سبيل الله واعلموا ان الله سميع عليم ﴾

اس روایت کی سند کے اکثر راویوں کا پتہ نہیں چلتا کہ کیسے ہیں قابلِ احتجاج ہیں یا ساقط الاحتجاج اور ساتھ اس کے اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ زندہ کیے گئے وہی لوگ قاتلوا کے مخاطب ہیں۔ حالانکہ جمہور محققین کا مختار یہ ہے کہ قاتلوا کے مخاطب وہ لوگ نہیں ہیں۔ علامہ رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں:

﴿وقاتلوا في سبيل الله واعلموا ان الله سميع عليم﴾ فيه قولان الأول أن هذا خطاب للذين أحيوا قال الضحاک أحياهم ثم أمرهم بأن يذهبوا إلى الجهاد لأنه تعالىٰ إنما أماتهم بسبب ان كرهوا الجهاد واعلم أن هذا القول لا يتم إلا باضمار محذوف تقديره وقيل لهم قاتلوا والقول الثاني وهو اختيار جمهور المحققين أن هذا استيناف خطاب للحاضرين يتضمن الأمر بالجهاد إلا أنه سبحانه بلطفه ورحمته قدم على الأمر بالقتال ذكر الذين خرجوا من ديارهم لئلا ينكص عن أمر الله بحب الحياة بسبب خوف الموت وليعلم كل أحد أنه بترک القتال لايثق بالسلامة من الموت كما قال الله تعالىٰ ﴿قل لن ينفعكم الفرار إن فررتم من الموت أو القتل﴾ انتهىٰ. اور علامہ ابن جریر لکھتے ہیں: ولا وجه لقول من زعم أن قوله ﴿وقاتلوا في سبيل الله﴾ أمر من الله ﴿للذين خرجوا من ديارهم وهم

الوف﴾ بالقتال بعد ما أحياهم.

پھر علامہ ممدوح رحمہ اللہ نے اس کی وجہ نہایت مدلل طور پر بیان کی ہے۔ من شاء الاطلاع عليه فليرجع إلى تفسير ہ اور دوسری روایت بایں سند مروی ہے۔

حدثنا القاسم ثنا الحسين قال ثنا حجاج عن ابن جريج قال قال ابن عباس كانوا أربعين ألفاأوثمانية آلاف إلى قوله وهم ألوف فرارا من الجهاد في سبيل الله فأماتهم الله ثم أحياهم فأمربالجهاد فذلك قوله وقاتلوا في سبيل الله. الآية.

اس روایت کی سند منقطع ہے اس واسطے کہ ابن جریج رحمہ اللہ کو ابن عباس سے ملاقات نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تقریب میں لکھتے ہیں: السادسة طبقة عاصروا الخامسة لكن لم يثبت لهم لقاء أحد من الصحابة كابن جريج انتهى. اور اس روایت میں بھی قاتلوا کے مخاطب وہی لوگ ہیں۔ جو مار کر زندہ کئے گئے تھے۔ فتفکر

اور ہم نے جو یہ کہا کہ ان لوگوں کو ہلاک کرنا ان کی عقوبت کے لیے تھا۔ سو یہ ظاہر ہے اور مفسرین نے اس کی تصریح بھی کی ہے۔ دیکھ ... اور قتادہ اور حسن کی روایت، مذکورہ بالا میں بھی اس امر کی تصریح موجود ہے۔ پس ان سب امور کے ثابت ہونے سے اکثر مفسرین واہلِ علم کے قول پر آیۂ مذکورہ سے طاعونی مقام سے بھاگنے کی ممانعت کا ثابت ہونا صاف ظاہر ہے۔

اگر کوئی صاحب فرمائیں کہ یہ ایک قصہ ہے امت سابقہ کا پس ہم کو اس قصہ سے کیا تعلق؟ تو ان کو معلوم کرنا چاہیے کہ قرآن مجید میں امم سابقہ کے جتنے قصے مذکور ہیں وہ ہم مسلمانوں کی عبرت اور نصیحت کے واسطے ذکر کئے گئے ہیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ﴿لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ﴾ اور فرمایا ﴿إن في ذلك لعبرة لمن يخشى﴾ پس یہ کہنا کہ ہم کو اس قصہ سے کیا تعلق، نادانی کی بات ہے۔ اور اگر کوئی صاحب یہ کہیں کہ پہلے قول پر آیۂ مذکورہ کو اس کے بعد والی آیۂ ﴿وقاتلوا في سبيل الله﴾ کے ساتھ کچھ تعلق نہیں باقی رہتا ہے اور دوسرے قول پر ان دونوں آیتوں میں باہم تعلق اور ارتباط

کا ہونا ظاہر ہے لہٰذا دوسرا قول راجح ہے، بلکہ وہی متعین ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ پہلے قول پر آیۂ مذکورہ کو اس کے بعد والی آیت ﴿وقاتلوا﴾ کے ساتھ تعلق ظاہر ہے۔ تعلق کی نفی کرنا ہرگز صحیح نہیں ہے۔ علامہ ابن جریر جامع البیان (ص ۳۴۸ ج ۲) میں لکھتے ہیں:

وإنما حث الله تعالیٰ ذکره عباده بهذه الآية على المواظبة على الجهاد في سبيل الله والصبر على قتال أعداء دينه وشجعهم بإعلامه إياهم وتذكيره لهم أن الإماتة والإحياء بيديه وإليه دون خلقه وأن الفرار من القتال والهرب من الجهاد ولقاء الأعداء إلى التحصن بالحصون والاختباء في المنازل والدور غير منج أحدا من قضائه إذا حل بساحته ولا دافع عنه أسباب منية إذا نزل بعقوبته كما لم ينفع الهاربين من الطاعون الذين وصف الله صفتهم في قوله ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُواْ مِن دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ﴾ فرارا من أوطانهم وانتقالهم من منازلهم إلى الموضع الذى أملوا بالمصير إليه السلامة وبالموئل النجاة من المنية حتى أتاهم أمر الله فتركهم جميعا خمودا صرعى في الأرض هلكى ونجا مما حل بهم الذين باشروا كرب الوباء وخالطوا بأنفسهم عظيم البلاء انتهىٰ كلام ابن جرير رحمه الله۔

اس مضمون کو بہت سے مفسرین نے بیان کیا ہے۔ تفسیر جلالین میں یہ مضمون نہایت اختصار کے ساتھ ان لفظوں میں بیان کیا گیا ہے۔ والقصد من ذكر خبر هؤلاء تشجيع المؤمنين على القتال ولذا عطف عليه وقاتلوا في سبيل الله انتهى.

طاعونی مقام میں ٹھہرے رہنے کا وجوب

اور

وہاں سے بھاگنے کی ممانعت اور حرمت احادیث سے

پہلی حدیث

مشکوۃ شریف میں ہے:

عن معاذ قال أوصاني رسول الله ﷺ بعشر كلمات الحديث وفيه و إياك والفرار من الزحف و إن هلك الناس وإذا أصاب الناس موت وأنت فيهم فاثبت الخ رواه أحمد.

یعنی معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے دس باتوں کی وصیت کی ہے اور اس حدیث میں ہے کہ زحف سے بھاگنے سے بچ، اگرچہ لوگ ہلاک ہو جائیں اور جب لوگوں میں موت ہو (یعنی طاعون اور وبا ہو) اور تو ان لوگوں میں موجود ہو تو ٹھہرا رہ۔ روایت کیا اس حدیث کو احمد نے۔

یہ حدیث صحیح ہے اور اس حدیث کی شاہد وہ روایت ہے جو مسند عبد بن حمید میں ام ایمن سے مروی ہے اور وہ روایت یہ ہے:

[1] عن أم أيمن أنها سمعت رسول الله ﷺ يوصي بعض أهله فقال لا تشرك بالله شيئا و إن قطعت أو حرقت بالنار ولا تفر يوم الزحف وإن أصاب الناس موت وأنت فيهم فاثبت.

یعنی "ام ایمن رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا

---

[1] إسناده هكذا حدثنا عمر بن سعيد الدمشقي قال ثنا سعيد بن عبد العزيز التنوخي عن أم مكحول عن أم أيمن أنها سمعت الخ ۱۲

کہ آپ اپنے بعض اہل کو وصیت فرماتے تھے کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرا اگر چہ تو ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے۔ یا آگ میں جلایا جائے اور زحف کے روز مت بھاگ اور اگر لوگوں میں موت ہو اور تو ان لوگوں میں موجود ہو تو ٹھہرا رہ۔''

ان دونوں حدیثوں میں موت سے مراد طاعون اور وبا ہے۔ مجمع البحار میں ہے۔ وإذا أصاب الناس موت أى طاعون و وباء انتهى. مرقاة شرح مشکوہ میں ملا علی قاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

(وإذا أصاب الناس موت)أى طاعون و وباء (وأنت فيهم) الجملة حالية(فاثبت) لقوله عليه السلام إذا وقع الطاعون ببلد وأنتم فيه فلا تخرجوا منه و إذا وقع ببلد لستم فيه فلا تدخلوا إليه. انتهى.

یعنی ''جب لوگوں میں موت ہو یعنی طاعون اور وبا ہو اور تو ان لوگوں میں موجود ہو تو ٹھہرا رہ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جب کسی شہر میں طاعون ہو اور تم لوگ اس شہر میں موجود ہو تو اس سے مت نکلو۔ اور جب کسی ایسے شہر میں طاعون ہو کہ تم اس میں نہیں ہو تو تم اس میں مت داخل ہو''۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ اس حدیث کا ترجمہ اشعۃ اللمعات میں اس طرح لکھتے ہیں:

''و چوں برسد مردم را مرگ از وبا و طاعون حالانکہ تو در ایشانی پس بر جائے خود باش و بیرون مرو۔''

پھر لکھتے ہیں:

''و حکم آن است کہ در شہر یکہ وبا پیدا گردد از انجا بیرون نباید رفت و از جاے دیگر بآن شہر ہم نباید شد و گریختن از طاعون معصیت است و در حکم فرار از زحف است و اگر اعتقاد کند کہ اگر نہ بگریزد البتہ می میرد و اگر بگریزد البتہ

سلامت می ماند کافر گردد نعوذ باللہ من ذلک انتھی۔‘‘

یعنی حکم اس کا یہ ہے کہ جس شہر میں وبا پیدا ہو اس جگہ سے باہر نہیں جانا چاہیے اور دوسری جگہ سے اس شہر میں داخل بھی نہیں ہونا چاہیے اور طاعون سے بھاگنا گناہ ہے اور زحف سے بھاگنے کے حکم میں ہے اور اگر اعتقاد کرے کہ اگر نہ بھاگے گا تو ضرور مر جائے گا اور اگر بھاگ جائیگا تو ضرور سلامت رہے گا۔ تو ایسا اعتقاد کرنے والا کافر ہوگا نعوذ باللہ من ذلک۔‘‘

معاذ رضی اللہ عنہ اور ام ایمن رضی اللہ عنہا کی حدیث سے ثابت ہوا کہ جس مقام میں طاعون ہو۔ شہر میں ہو خواہ شہر کے کسی محلّہ میں۔ خواہ کسی دیہات و بستی میں تو اسی مقام کے لوگوں میں ٹھہرے رہنا چاہیے اور چونکہ ٹھہرے رہنے کا حکم بلفظ اثبت (جو امر کا صیغہ ہے) وارد ہوا ہے اور امر حقیقتاً وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ اس لیے معلوم ہوا کہ جس مقام میں طاعون ہو وہاں کے لوگوں میں ٹھہرے رہنا واجب ہے۔ پس بعض علما نے جو یہ فتویٰ دیا ہے کہ (جس جگہ طاعون ہو اس کے آس پاس کے میدان و جنگل و باغ میں چلے جانا جائز ہے) سو یہ فتویٰ اس حدیث کے صریح خلاف ہے۔ اور بعض علماء نے جو یہ فتویٰ دیا ہے کہ (چونکہ فنائے آبادی حکم میں آبادی کے ہے اس لیے میدان میں چلے جانا جائز ہے) سو یہ فتویٰ بھی اس حدیث کے صاف خلاف ہے کیونکہ اس حدیث سے صراحتاً ثابت ہے کہ جس آبادی کے لوگوں میں طاعون ہو اسی آبادی کے لوگوں میں ثابت رہنا چاہیے۔ پس آبادی کے لوگوں کو چھوڑ کر فنائے آبادی میں، (جس کی مسافت عند الحنفیہ ایک فرسخ بلکہ تین فرسخ تک بھی ہوتی ہے) نکل جانے کو جائز بتانا ضرور اس حدیث کے خلاف ہے۔ اور اس حدیث سے بعض ناواقفین کا یہ قول کہ (مقام طاعون میں ٹھہرے رہنا جائز نہیں وہاں سے بھاگ جانا ضروری ہے) بھی صاف طور پر باطل اور مردود ہو گیا۔

دوسری حدیث

شرح معانی الآثار میں ہے:



عن سعدبن أبي وقاص قال سمعت رسول اللهﷺ يقول إذا وقع الطاعون بأرض وأنتم بها فلا تفروامنها وإذا كان بأرض فلا تهبطوا عليها .

''یعنی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا کہ فرماتے تھے جب کسی جگہ میں طاعون واقع ہو اور تم وہاں ہو تو وہاں سے مت بھاگو اور جب کسی جگہ میں ہو تو وہاں مت جاؤ۔

صحیح مسلم میں اسامہ بن زید کی ایک روایت میں اسی حدیث کے مثل بلفظ ''**لا تفروا**'' مروی ہے۔ اس حدیث سے صراحتاً معلوم ہوا کہ طاعونی جگہ سے بھاگنا نہیں چاہیے۔ اور چونکہ بھاگنے کی ممانعت بلفظ نہی وارد ہوئی ہے اور صیغہ نہی حقیقتاً حرمت پر دلالت کرتا ہے اس لیے معلوم ہوا کہ طاعونی مقام سے بھاگنا حرام ہے اور ظاہر ہے کہ طاعونی جگہ سے فرار کرنے کے معنی ہیں اس جگہ سے اجتناب اور احتراز کرنا اور وہاں سے بخوفِ طاعون ہٹ جانا اور الگ ہو جانا جیسا کہ حدیث **فر من المجذوم** میں **فرار من المجذوم** کے یہی معنی ہیں پس جو لوگ طاعونی مقام کو طاعون کے ڈر سے چھوڑ کر آس پاس کے میدان و جنگل و باغ میں چلے جاتے ہیں وہ ضرور طاعونی جگہ سے فرار کرتے ہیں۔ پس دونوں فتویٰ جو اوپر مذکور ہوئے وہ اس حدیث کے بھی صریح خلاف ہیں اور بعض ناواقفین کے قولِ مذکور کا بھی باطل اور مردود ہونا صاف ظاہر ہے۔ پہلی حدیث سے طاعونی مقام میں ٹھہرے رہنے کا وجوب صراحتاً ثابت ہوا اور اس حدیث سے طاعونی مقام سے بھاگنے کی ممانعت صراحتاً نکلی۔

تیسری حدیث

مسند احمد بن حنبل میں ہے:

عن عائشة رضی اللہ عنہا تقول: قال رسول اللهﷺ :فناء أمتي بالطعن والطاعون، فقلت: يا رسول اللهﷺ هذا الطعن قد عرفناه فما الطاعون؟ قال: غدة كغدة الإبل المقيم فيها

كالشهيد، والفار منها كالفار من الزحف .

یعنی" عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری امت کا فنا ہونا طعن اور طاعون سے ہے۔ پس میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے اس طعن کو پہچانا پس طاعون کیا ہے آپ نے فرمایا: گلٹی ہے جیسے اونٹ کو گلٹی ہوتی ہے۔ طاعون میں ٹھہرنے والا مثل شہید کے ہے اور اس سے بھاگنے والا مثل اس شخص کے ہے جو لڑائی سے بھاگا ہو۔

یہ حدیث قابلِ احتجاج ہے۔ علامہ زرقانی رحمہ اللہ شرح مواہب (۴۵۲ ج ۵) میں لکھتے ہیں: وروى أحمد برجال ثقات: الطاعون غدة كغدة البعير، المقيم به كالشهيد والفار منه كالفار من الزحف . حافظ عراقی رحمہ اللہ المغنی عن حمل الاسفار فی الاسفار تخریج احیاء العلوم میں لکھتے ہیں: حديث تشبيه الفرار من الزحف رواه أحمد من حديث عائشة بإسناد جيد ومن حديث جابر بإسناد ضعيف انتهى اور حافظ منذری رحمہ اللہ ترغیب وترہیب میں لکھتے ہیں:

وعن عائشة رضي الله عنها قالت قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: لا تفنى أمتي إلا بالطعن والطاعون، قلت: يارسول الله صلى الله عليه وآله وسلم هذا الطعن قد عرفناه فما الطاعون؟ قال: غدة كغدة البعير المقيم بها كالشهيد، و الفار منه كالفار من الزحف. رواه أحمد وأبو يعلى والطبراني وفي رواية لأبي يعلى قال وخزة تصيب أمتي من أعدائهم من الجن كغدة الإبل، من أقام عليها كان مرابطاً، و من أصيب به كالشهيد ومن فرمنه كان كالفار من الزحف، ورواه البزار وعنده: قلت: يا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم هذا الطعن قد عرفناه فما الطاعون؟ قال: يشبه الدمل يخرج في الآباط والمراق وفيه تزكية أعمالهم وهو لكل مسلم شهادة. قال المملي رضي الله عنه أسانيد الكل حسان انتهى.



حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کی سند کو حسن کہا ہے: وتسجيء عبارته عن قريب. حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ طاعون سے بھاگنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث میں "فرار من الطاعون" کو "فرار من الزحف" سے تشبیہ دی ہے اور "فرار من الزحف" بہت بڑا گناہ ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ﴿يا ايها الذين امنوا اذا لقيتم الذين كفروا زحفاً فلا تولو هم الادبار ومن يولهم يومئذ دبره الا متحرفا لقتال اومتحيزا الى فئة فقد باء بغضب من الله ومأ واه جهنم وبئس المصير﴾[الأنفال:١٥،١٦]

یعنی "اے ایمان والو! جب بھڑو تم کافروں سے میدانِ جنگ میں تو مت دو ان کو پیٹھ اور جو کوئی ان کو پیٹھ دے اس دن مگر یہ کہ ہنر کرتا ہو لڑائی کا یا جاملتا ہو فوج میں، سو وہ لے پھرا غضب اللہ کا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا بری جگہ جا ٹھیرا۔"

مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ فائدہ میں لکھتے ہیں: "یعنی جب مقابلہ میدان میں ہو تو بھاگنا اشد گناہ ہے اور جو دوڑ ہو یا غارت تو بھاگنا ہنر ہے۔" اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے:

اجتنبوا السبع الموبقات، قالوا: وما هن يا رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ قال: الشرك بالله والسحر وقتل النفس التي حرم الله إلا بالحق وأكل الربو وأكل مال اليتيم والتولي يوم الزحف الحديث. متفق عليه.

یعنی "بچو سات چیزوں سے جو ہلاک کرنے والی ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ کیا ہیں۔ آپ نے فرمایا شرک کرنا اللہ کے ساتھ اور جادو کرنا اور مارنا اس جان کا جس کو اللہ نے حرام کیا ہے، مگر ساتھ حق کے اور کھانا سود کا اور کھانا یتیم کے مال کو اور پیٹھ دینا لڑائی کے دن الخ۔"

علامہ عبدالرؤف مناوی شرح جامع صغیر میں لکھتے ہیں:



شبہ بہ فی ارتکاب الکبیرۃ قال تعالیٰ ﴿یا ایھا الذین امنوا اذا لقیتم الذین کفروا زحفاً فلا تولو ھم الادبار﴾ فکما یحرم الفرار من الزحف یحرم الخروج من بلد وقع فیھا الطاعون انتھٰی۔

علامہ احمد ضیاء الدین رحمہ اللہ حنفی لوامع العقول شرح راموز الاحادیث (ص ۵۴۶ ج ۲) میں لکھتے ہیں: الفار منہ کالفار من الزحف فی الوبال والصابر علیہ کالصابر فی سبیل اللہ فی حصول الأجر انتھٰی. علامہ شیخ احمد بن علی رومی رحمہ اللہ حنفی مجالس الابرار (ص ۶۱۶) میں لکھتے ہیں: ویدل علی التحریم ماروی عن أم المؤمنین عائشۃ رضی اللہ عنہا أنہ علیہ السلام قال: الفار من الطاعون کالفار من الزحف. انتھٰی. علامہ مرتضیٰ زبیدی رحمہ اللہ حنفی احیاء العلوم کی شرح میں لکھتے ہیں: واستدل بہ من ذھب إلی أن النھی فیہ للتحریم انتھی. علامہ ابن حجر مکی زواجر (ص ۱۹۳ ج ۲) میں لکھتے ہیں:

تشبیھہ بالفرار من الزحف یقتضی أنہ مثلہ فی کونہ کبیرۃ وإن کان تشبیہ لا یقتضی تساوی المتشابھین من کل وجہ لأن المقام ھنا یشھد لتساویھما فی ھذا الشیء الخاص وھو کونہ کبیرۃ إذ القصد بھذا التشبیہ إنما ھو زجر الفار والتغلیظ علیہ حتی ینزجر ولا یتم ذلک إلا إن کان کبیرۃ کالفرار من الزحف. انتھٰی.

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں لکھتے ہیں:

ومنھم من قال النھی فیہ للتنزیہ فیکرہ ولا یحرم وخالفھم جماعۃ فقالوا یحرم الخروج منھا لظاھر النھی الثابت فی الأحادیث الماضیۃ وھذا ھو الراجح عند الشافعیۃ وغیرھم ویؤیدہ ثبوت الوعید علی ذلک فأخرج أحمد وابن خزیمۃ من

حدیث عائشة مرفوعاً فی إثناء حدیث بسند حسن قلت: یارسول اللهﷺ فما الطاعون؟ قال: غدة کغدة ا لإ بل المقیم فیها کالشهید والفار منها کالفار من الزحف انتهٰی.

ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں بایں لفظ باب منعقد کیا ہے۔باب الفرار من الطاعون من الکبائر یعنی یہ باب اس بیان میں ہے کہ طاعون سے بھاگنا کبیرہ گناہوں سے ہے۔ پھر عائشہ رضی اللہ عنہا کی اسی حدیث سے استدلال کیا ہے۔تفسیر روح المعانی (ص ۶۹ ج ۹) میں ہے:

فمنهم من حرمه کابن خزیمة فإنه ترجم فی صحیحه باب الفرار من الطاعون من الکبائرو إن الله تعالیٰ یعاقب من وقع منه ذلک مالم یعف عنه واستدل بحدیث عائشة الفرار من الطاعون کالفرار من الزحف. رواه الإ مام أحمد والطبرانی وابن عدی وغیرهم وسنده حسن. انتهٰی.

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ اپنے مکتوبات (ص ۲۹ ج ۲) میں فرماتے ہیں۔ ’’وگریختن از موت وبا گناہ کبیرہ است در رنگ فرار یوم زحف وکسیکہ درزمین وبا باصبر بماند وبمیر داز شہدا است واز فتنہ قبر مامون وآنکہ صبر نماید از غازیان است ؎

إن قال لی مت مت سمعنا وطاعة
وقلت لداعی الموت أهلا و مرحباً

المختصر، عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے طاعون سے بھاگنے کا حرام اور گناہ کبیرہ ہونا بلاشبہ ثابت ہے اور واضح ہو کہ دوسری حدیث سے طاعونی جگہ سے بھاگنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے اور اس حدیث سے نفس طاعون سے فرار کرنے کی حرمت نکلتی ہے۔ پس اس حدیث سے جس طرح طاعونی مقام سے بھاگنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ اسی طرح ایک طاعونی مقام کے ایک طاعونی محلّہ سے اس کے دوسرے غیر طاعونی محلّہ میں بھی بھاگنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ پس دونوں فتویٰ اور بعض ناواقفین کے قول مذکور کا باطل اور



مردود ہونا اس حدیث سے بھی ظاہر ہے۔

چوتھی حدیث

مشکوۃ شریف میں ہے:

عن جابر أن رسول الله ﷺ قال الفار من الطاعون كالفار من الزحف، الصابر فيه له أجر شهيد. رواه أحمد.

یعنی ''جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے طاعون سے بھاگنے والا لڑائی سے بھاگنے والے کی مثل ہے اور اس میں صبر کرنے والے کے لیے ایک شہید کا ثواب ہے۔'' روایت کیا اس کو احمد رحمہ اللہ نے۔

اس حدیث کی صحت میں محدثین مختلف ہیں۔ حافظ منذری رحمہ اللہ ترغیب وترہیب میں جابر کی اس حدیث کو بلفظ (**الفار منه كالفار من الزحف ومن صبر فيه كان له أجر شهيد**) نقل کر کے لکھتے ہیں: **رواه أحمد والبزار والطبراني و إسناد أحمد حسن انتهى.** ابن حجر رحمہ اللہ مکی زواجر میں لکھتے ہیں:

وروى أحمد بسند حسن والبزار والطبراني عن جابر رضی اللہ عنہ قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: في الطاعون الفار منه كالفار من الزحف ومن صبر فيه كان له أجر شهيد والترمذى وقال حسن غريب.

اور حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے جامع صغیر میں بلفظ مشکوۃ نقل کر کے اس پر علامت تصحیح لکھی ہے اور بلفظ منذری نقل کر کے اس پر علامت تضعیف لکھی ہے اور حافظ عراقی نے اس کی سند کو ضعیف بتایا ہے۔ **كما مر.** اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں جابر کی اس حدیث کو نقل کر کے لکھتے ہیں: **وسنده صالح للمتابعات** پس جابر کی یہ حدیث اگر قابلِ احتجاج نہیں ہے تو قابل استشہاد ضرور ہے۔ مولانا شیخ عبدالحق رحمہ اللہ محدث دہلوی اشعۃ اللمعات (ص ۲۵۳ ج ۱) میں اس حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں:

''از یں حدیث معلوم می شود کہ گریختن از طاعون گناہ کبیرہ است۔ چنانچہ فرار از زحف واگر اعتقاد کند کہ اگر نگریزد البتہ می میرد واگر بگریزد البتہ بسلامت می ماند آن خود کفر است انتہی۔''

یعنی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ طاعون سے بھاگنا گناہ کبیرہ ہے۔ جیسا کہ لڑائی سے بھاگنا اور اگر اعتقاد کرے کہ اگر نہ بھاگے گا تو ضرور مر جائیگا اور اگر بھاگ جائے گا تو سلامت رہے گا۔ تو یہ اعتقاد کفر ہے۔ اور مظاہر حق میں اس حدیث کے تحت میں لکھا ہے کہ کہا طیبی نے مشابہت دی گناہ کبیرہ ہونے میں انتہی اور علامہ عزیزی شرح جامع صغیر میں اس حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں: **فكما يحرم الفرار من الزحف يحرم الخروج من بلد وقع فيها الطاعون بقصد الفرار. انتهى.** اور علامہ احمد ضیاء الدین رحمہ اللہ حنفی لوامع العقول میں اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

شبه به في ارتكاب الكبيرة قال الله تعالىٰ ﴿يا ايها الذين امنوا اذا لقيتم الذين كفروا زحفا فلا تولو هم الأدبار﴾ الآية فكما يحرم الفرار من الزحف يحرم الخروج من بلد وقع فيها الطاعون. انتهى.

پانچویں حدیث

صحیح بخاری اور مسلم میں ہے:

عن أسامة بن زيد قال قال رسول الله ﷺ الطاعون رجز أرسل على طائفة من بني إسرائيل أو علىٰ من كان قبلكم فإذا سمعتم به بأرض فلا تقدموا عليه و إذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا فرارا منه.

یعنی ''اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے طاعون عذاب ہے جو بنی اسرائیل کے ایک گروہ پر یا ان لوگوں پر جو تم سے

پہلے تھے بھیجا گیا تھا پس جب تم کسی جگہ میں طاعون سنو تو وہاں نہ جاؤ اور جب کسی مقام میں طاعون ہو اور تم وہاں ہو وہاں سے طاعون سے بھاگ کر مت نکلو۔''

اس حدیث سے صراحتاً معلوم ہوا کہ طاعونی جگہ سے طاعون سے بھاگنے کے ارادہ سے نکلنا حرام وناجائز ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں خروج کی ممانعت بلفظ نہی (فلا تخرجوا) وارد ہوئی ہے جو حقیقتاً حرمت کے لیے موضوع ہے اور اس نہی کے نہی تحریمی ہونے پر عائشہ رضی اللہ عنہا کی (الفار من الطاعون کا لفار من الزحف) بھی واضح دلیل ہے۔ کما تقدم بیانه اور یہی جمہور کا مذہب ہے۔ اور جو لوگ اس نہی کو تنزیہی کہتے ہیں ان کا قول بے دلیل ہے۔ علامہ زرقانی رحمہ اللہ شرح موطا (ص ۸۷ ج ۴) میں اس حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں: **والجمهور على أنه للتحريم حتى قال ابن خزيمة إنه من الكبائر التي يعاقب الله إن لم يعف** . یعنی جمہور کا یہ قول ہے کہ طاعونی جگہ سے بھاگنے کی نہی تحریمی ہے یہاں تک کہ ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے کہا کہ طاعونی جگہ سے بھاگنا ان کبیرہ گناہوں سے ہے جن پر اللہ تعالیٰ عذاب کریگا اگر معاف نہ کیا۔ اور علامہ ممدوح رحمہ اللہ شرح مواہب اللدنیۃ میں لکھتے ہیں:

وخالفهم الأكثر وقالوا إنه للتحريم حتى قال ابن خزيمة: إنه من الكبائر التي يعاقب عليها إن لم يعف، وهو ظاهر قوله صلى الله عليه وسلم: الطاعون غدة كغدة البعير المقيم بها كالشهيد والفارمنه كالفار من الزحف، رواه أحمد برجال ثقات. وروى الطبراني وأبو نعيم بإسناد حسن مرفوعا: الطاعون شهادة لأمتي ووخز أعدائكم من الجن غدة كغدة الإبل تخرج في الآباط والمراق من مات منه مات شهيداً ومن أقام به كان كالمرابط في سبيل الله ومن فرمنه كان كالفار من الزحف انتهى. امام نووی رحمہ اللہ شرح صحیح مسلم (ص ۲۲۸ ج ۲) میں لکھتے



ہیں: وفي هذا ...... الأحاديث منع القدوم على بلدة الطاعون ومنع الخروج فرارا من ذلک أما الخروج لعارض فلا بأس وهذا الذي ذكرنا هو مذهبنا ومذهب الجمهور، قال القاضي: هو قول الأكثرين حتى قالت عائشة رضي الله عنها: الفرار منه كالفرار من الزحف، قال و منهم من جوز القدوم عليه والخروج منه فرارا .

یعنی ''اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ وغیرہ کی ان حدیثوں میں طاعونی شہر میں جانے کی اور اس سے طاعون سے فرار کے ارادہ سے نکلنے کی ممانعت ہے لیکن کسی اور ضرورت سے نکلنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور یہی ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے۔ قاضی نے کہا یہی اکثروں کا قول ہے یہاں تک کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ طاعون سے بھاگنا لڑائی سے بھاگنے کی مثل ہے اور بعض لوگوں نے طاعونی شہر میں جانے اور اس سے نکلنے کو جائز کہا ہے۔ پھر امام نووی رحمہ اللہ ان بعض لوگوں کے اس قول کو نقل کر کے لکھتے ہیں: والصحيح ماقد مناه من النهي عن القدوم عليه والفرار منه لظاهر الأحاديث الصحيحة. انتهى. یعنی اور صحیح وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا، یعنی طاعونی شہر میں داخل ہونا اور اس سے بھاگنا ممنوع ہے کیونکہ ظاہر احادیث صحیحہ سے یہی ثابت ہے۔''

اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری (ص ۱۵۸ ج ۱۰) میں لکھتے ہیں:

ومنهم من قال: النهي فيه للتنزيه فيكره ولا يحرم وخالفهم جماعة فقالوا يحرم الخروج منها لظاهر النهي الثابت في الأحاديث الماضية وهذا هو الراجح عند الشافعية وغيرهم ويؤيده ثبوت الوعيد على ذلک فأخرج أحمد وابن خزيمة من حديث عائشة رضي الله عنها مرفوعا في إثناء حديث بسند حسن قلت يا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فما الطاعون؟ قال: غدة كغدة الإبل، المقيم فيها كالشهيد، والفار منها كالفار من الزحف وله شاهد من

حدیث جابر رفعه: الفار من الطاعون کالفار من الزحف والصابر فیه کالصابر فی الزحف أخرجه أحمد أیضاً وابن خزیمة وسنده صالح للمتابعات انتهٰی۔

یعنی ”بعض لوگوں نے کہا ہے کہ طاعونی جگہ سے نکلنے کی نہی جو حدیث میں آئی ہے وہ تنزیہی ہے پس نکلنا مکروہ ہے۔ اور حرام نہیں ہے اور ایک جماعت نے ان بعض لوگوں کی مخالفت کی ہے اور کہا کہ طاعونی مقام سے نکلنا حرام ہے بسبب ظاہر ممانعت کے جو احادیث گزشتہ سے ثابت ہے اور شافعیہ وغیرہم کے نزدیک یہی راجح ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ طاعونی مقام سے نکلنے پر وعید ثابت ہے چنانچہ احمد رحمہ اللہ اور ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً بسند حسن روایت کیا ہے۔ کہ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طاعون کیا ہے آپ نے فرمایا گلٹی ہے جیسے اونٹ کو گلٹی ہوتی ہے۔ اس میں مقیم رہنے والا مثل شہید کے ہے اور اس سے بھاگنے والا لڑائی سے بھاگنے والے کی مثل ہے اور اس حدیث کی شاہد وہ حدیث ہے جس کو احمد رحمہ اللہ اور ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ طاعون سے بھاگنے والا لڑائی سے بھاگنے والے کی مثل ہے اور طاعون میں صبر کرنے والا لڑائی میں صبر کرنے والے کی مثل ہے اور سند اس کی متابعت کی صلاحیت رکھتی ہے۔“

علامہ شیخ احمد بن علی رومی حنفی رحمہ اللہ مجالس الابرار (ص ۳۶۶) میں لکھتے ہیں:

المجلس التاسع والخمسون فی ماھیة الطاعون وعدم التقدم علیه وعدم الفرار منه. یعنی انسٹھویں مجلس طاعون کی ماہیت کے بیان میں اور اس بات کے بیان میں کہ طاعون میں جانا نہیں چاہیے اور طاعون سے بھاگنا نہیں چاہیے۔ پھر اس کے بعد علامہ ممدوح رحمہ اللہ نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور مصابیح سے نقل کی ہے پھر لکھتے ہیں: **وقد وقع فیه النھی عن القدوم علیه وعن الفرار عنه .** یعنی اس حدیث میں

طاعونی جگہ میں جانے اور وہاں سے بھاگنے سے نہی واقع ہوئی ہے پھر لکھتے ہیں:

واختلف في هذا النهي فقال القاضي تاج الدين السبكي مذهبنا هو الذي عليه الأكثرون أن النهي عن الفرار منه للتحريم وقال بعض العلماء هو للتنزيه واتفقوا على جواز الخروج لشغل غير الفرار لقوله عليه السلام في آخر الحديث ولا تخرجوا منها فرارا ويدل على التحريم ماروى عن أم المؤمنين عائشة رضي الله عنها أنه عليه السلام قال: الفار من الطاعون كالفار من الزحف.

یعنی ''اس نہی میں اختلاف کیا گیا ہے۔ قاضی تاج الدین سبکی رحمہ اللہ نے کہا ہمارا مذہب وہی ہے جس پر اکثر علما ہیں کہ طاعونی جگہ سے بھاگنے کی نہی تحریمی ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ نہی تنزیہی ہے اور تمام علماء نے اتفاق کیا ہے کہ فرار کے سوا کسی اور کام کے واسطے نکلنا جائز ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر حدیث میں فرمایا ہے کہ طاعونی جگہ سے بھاگ کر مت نکلو اور اس نہی کے تحریمی ہونے پر عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون سے بھاگنے والا لڑائی سے بھاگنے والے کی مثل ہے۔''

اور علامہ شیخ اسمٰعیل رحمہ اللہ مہاجر حنفی تفسیر روح البیان (ص ۹۹ ج۱) میں لکھتے ہیں:

والفرار من الطاعون حرام إلى أن قال وفي الحديث الفار من الطاعون كالفار من الزحف والصابر فيه كالصابر في الزحف فهذا الخبر يدل على أن النهي عن الخروج للتحريم وأنه من الكبائر وليس بعيدا أن يجعل الله الفرار منه سببا لقصر العمر كما جعل الله الفرار من الجهاد سبب لقصر العمر قال الله تعالىٰ ﴿قل لن ينفعكم الفرار إن فررتم من الموت او القتل

واذالا تمتعون الا قليلا ﴾(الاحزاب:١٦) انتهٰى.

یعنی ”طاعون سے بھاگنا حرام ہے اور حدیث میں ہے کہ طاعون سے بھاگنے والا لڑائی سے بھاگنے والے کے مثل ہے اور اس میں صبر کرنے والا لڑائی میں صبر کرنے والے کے مثل ہے۔ پس یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ طاعونی جگہ سے نکلنے کی نہی تحریمی ہے اور وہاں سے نکلنا گناہ کبیرہ ہے“ اور علامہ شیخ عبدالحق رحمہ اللہ محدث دہلوی اشعۃ اللمعات (ص ۶۳۹ ج ا) میں اس حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں۔

”ضابطہ درو ہمیں است کہ درانجا کہ ہست نباید رفت واز انجا کہ باشد نباید گریخت واگر چہ گریختن در بعض مواضع مثل خانہ کہ دروے زلزلہ شدہ یا آتش گرفتہ یا نشستن درزیر دیوارے کہ خم شدہ نزد غلبۂ ظن بہلاک آمدہ است امادر باب طاعون جز صبر نیامدہ وگریختن تجویز نیافتہ وقیاس این برآن مواد فاسد است کہ آنہا از قبیل اسباب عادیہ اندواین از اسباب وہمی وبر ہر تقدیر گریختن از انجا جائز نیست وہیچ جاوارد نشدہ وہر کہ بگریزد عاصی ومرتکب کبیرہ ومردود است نسأل الله العافيه انتہٰی۔“ یعنی طاعون کے بارے میں قاعدہ یہی ہے کہ جس جگہ ہے وہاں جانا نہیں چاہیے اور جس جگہ ہو وہاں سے بھاگنا نہیں چاہیے اور اگر چہ بعض مقامات میں بھاگنا آیا ہے۔ جیسے مثلاً کسی گھر میں زلزلہ ہو یا آگ لگی ہو۔ یا کوئی دیوار خم ہوگئی ہو تو ان صورتوں میں جب ہلاک ہونیکا ظن غالب ہو تو بھاگنا آیا ہے۔ لیکن طاعون کے بارے میں بجز صبر کرنے کے کوئی دوسرا حکم نہیں آیا ہے اور طاعون کو ان صورتوں پر قیاس کرنا فاسد ہے کیونکہ یہ صورتیں اسباب عادیہ سے ہیں اور طاعون اسباب وہمی سے ہے اور بہر تقدیر طاعونی جگہ سے بھاگنا جائز نہیں ہے اور جو شخص بھاگے وہ نافرمان اور گناہ کبیرہ کا مرتکب اور مردود ہے۔ نسأل الله العافية

تنبیہ

واضح ہو کہ اس حدیث میں لفظ ارض سے وہ جگہ مراد ہے جہاں طاعون واقع ہو

شہر ہو یا کوئی محلہ یا کوئی اور بستی علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کی فتاوی کبری میں لکھتے ہیں: المراد بالأرض محل الإقامة وقع بـه الطاعون سواء كان بلداً أم قريةأم محلة أم غيرها لا جميع الإقليم انتهى . اورعلامہ احمد ضیاء الدین رحمہ اللہ حنفی لوامع العقول شرح راموز الاحادیث (ص ۳۲۹ ج ا مطبوعہ مصر) میں اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: إذا سمعتم بالطاعون بأرض أى بلغكم وقوعه ببلد أومحل انتهى. اور علامہ عبد الرؤف رحمہ اللہ مناوی شرح جامع صغیر میں اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: إذا سمعتم بالطاعون بأرض أى إذا بلغكم وقوعه في بلدة أومحلة انتهى. اور حدیث الفار من الطاعون كالفارمن الزحف نص قاطع ہے۔ اس امر پر کہ احادیث منع فرار میں لفظ ارض سے مراد وہ جگہ ہے جہاں طاعون ہو شہر ہو یا کوئی بستی یا کوئی محلہ اور اس کی بحث دوسرے باب میں بسط اور تفصیل کے ساتھ آئے گی۔

چھٹی حدیث

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے:

عن عبد الرحمن بن عوف أن رسول الله ﷺ قال إذا سمعتم به بأرض فلا تقدموا عليه و إذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا فرارا منه.

"یعنی عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم کسی جگہ میں طاعون سنو تو وہاں مت جاؤ اور جب کسی جگہ میں واقع ہو اور تم وہاں ہو تو وہاں سے بھاگ کر مت نکلو۔"

اس حدیث سے صراحتاً معلوم ہوا کہ جب کسی مقام میں طاعون ہونے کی خبر سنے تو وہاں جانا نہیں چاہیے۔ اور طاعونی جگہ سے بھاگ کر نکلنا نہیں چاہیے۔ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملک شام کا ارادہ کر کے مدینہ سے روانہ ہوئے اور جب مقام سرغ میں پہنچے، جو شام کے قریب ایک بستی ہے، تو وہاں آپ نے سنا کہ شام میں طاعون ہے۔ پس آپ نے اسی

حدیث کو وہاں عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے سن کر وہیں سے مدینہ کو واپس چلے آئے اور شام میں نہیں گئے۔ صحیحین میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے شام کی طرف روانہ ہونے اور سرغ سے واپس چلے آنے کا قصہ اس طرح مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملک شام کو روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب سرغ میں پہنچے تو حضرت ابو عبیدہ وغیرہ امیران اجناد نے آپ سے ملاقات کی اور آپ کو خبر دی کہ شام میں طاعون ہے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ مہاجرین اولین کو بلاؤ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کو بلایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے مشورہ کیا اور ان کو خبر دی کی شام میں طاعون ہے۔ مہاجرین اولین نے مختلف رائیں دیں۔ بعض نے کہا آپ ایک امر کے واسطے نکلے ہیں اور ہم مناسب نہیں سمجھتے کہ آپ اس سے واپس چلے جائیں اور بعض نے کہا کہ آپ کے ساتھ باقی لوگ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں اور ہم مناسب نہیں سمجھتے کہ آپ ان لوگوں کو اس وبا میں لیجائیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو کہا کہ انصار کو بلاؤ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کو بلایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے بھی مشورہ کیا انصار نے بھی مہاجرین اولین کی طرح مختلف رائیں دیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو کہا کہ مہاجرین فتح سے جو لوگ موجود ہوں ان کو بلاؤ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو بلایا۔ پس ان لوگوں سے بلا اختلاف کے کہا کہ ہم لوگ مناسب سمجھتے ہیں کہ آپ لوگوں کے ساتھ واپس چلے جائیں۔ اور ان لوگوں کو وبا میں مت لے جائیں۔ تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں پکار دیا کہ میں صبح کو اونٹنی پر سوار ہونے والا ہوں یعنی کل مدینہ کو میرا کوچ ہے۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ اللہ کی قدر سے بھاگتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ! کاش اس بات کو کسی اور نے کہا ہوتا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی مخالفت کو ناپسند رکھتے تھے۔ ہاں ہم اللہ کی قدر سے اللہ کی قدر ہی کی طرف بھاگتے ہیں۔ بتاؤ اگر تمھارے پاس اونٹ ہو اور تم کسی ایسی وادی میں اترو جس کا ایک جانب شاداب اور سبزی سے ہرا بھرا ہو اور دوسرا جانب خشک بلا سبزی کے ہو۔ اگر تم شاداب جانب کو چراؤ گے تو کیا اللہ کی قدر سے نہیں چراؤ گے اور اگر خشک جانب چراؤ گے تو کیا اللہ کی قدر سے نہیں چراؤ گے۔ پھر عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جو کسی ضرورت سے کہیں گئے

تھے اور مجلس شوریٰ میں حاضر نہ تھے آئے اور کہا کہ اس بارے میں میرے پاس علم ہے۔ یعنی حدیث ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے ''کہ آپ فرماتے تھے جب کسی جگہ طاعون سنو تو وہاں مت جاؤ اور جب کسی جگہ میں طاعون واقع ہو اور تم وہاں ہو تو وہاں سے بھاگ کر مت نکلو'' پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور مدینہ کو واپس ہوئے۔ صحیحین کی اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اور مجلس شوریٰ میں جتنے لوگ حاضر تھے ان میں سے کسی کو طاعونی مقام میں جانے کے متعلق حدیث معلوم نہیں تھی اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شام میں جانے کے بارے میں ان لوگوں سے رائے طلب کی اور ان لوگوں نے مختلف رائیں دیں اور اکثر رائے پر حضرت عمر نے مدینہ کو واپس چلے آنے کا ارادہ کر دیا۔ لیکن جب عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سنی کہ جس جگہ طاعون سنو وہاں مت جاؤ الخ اور اس حدیث کو اپنے اور اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجتہاد ورائے کے مطابق پایا تو خوش ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور مدینہ کو واپس ہوئے۔ علامہ زرقانی رحمہ اللہ شرح موطا (ص ۶۷ ج ۴) میں لکھتے ہیں:

> فحمد الله عمر على موافقة اجتهاده واجتهاد معظم الصحابة للحديث النبوى ثم انصرف راجعا إلى المدينة اتباعاً للنص النبوى القاطع للنزاع وبه أمر الله عباده أن يردوا ما تنازعوا فيه إلى الكتاب والسنة فمن كان عنده علم ذلك وجب الانقياد إليه انتهى.

''یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ کی حمد کی اس بات پر کہ ان کا اور اکثر صحابہ کا اجتہاد حدیث نبوی کے موافق ہوا پھر حدیث نبوی کی جو قاطع نزاع تھی پیروی کی اور مدینہ کو واپس ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اسی کا حکم کیا ہے کہ جب وہ باہم کسی بات میں جھگڑیں تو اس کو قرآن اور حدیث کی طرف پھیریں۔ پس جس کے پاس اس کا علم ہو اس کی پیروی واجب ہے۔''

علامہ عینی رحمہ اللہ عمدۃ القاری (ص ۱۸۱ ج ۱۰) میں لکھتے ہیں: **قوله فحمد الله**

عمر رضي الله عنه يعني على موافقة اجتهاده واجتهاد معظم أصحابه حديث رسول الله ﷺ. یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد اس بات پر کی کہ ان کا اور اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجتہاد رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے موافق ہوا۔ پس حدیث نبوی کے معلوم ہو جانے کے بعد اجتہاد و رائے کا کچھ اعتبار نہ رہا اور مدینہ واپس چلے آنے اور شام میں نہ جانے کی اصل وجہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث ٹھہری۔ یہی وجہ ہے کہ صحیحین میں سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: إن عمر إنما انصرف بالناس عن حديث عبد الرحمن بن عوف. یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کے ساتھ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث ہی کی وجہ سے مدینہ کو واپس ہوئے۔ پس جو لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سرغ سے واپس چلے آنے کو طاعون سے بھاگنا خیال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ طاعون سے بھاگے ہیں وہ سخت غلطی کرتے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف طاعون سے بھاگنے کی محض غلط نسبت کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سرغ سے واپس چلے آنے میں ہرگز ہرگز طاعون سے بھاگے نہیں تھے، بلکہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث کے جملہ اول یعنی إذا سمعتم به بأرض فلا تقدموا عليه پر عمل کیا تھا۔ اور واضح رہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ ہی میں بعض لوگوں نے غلط فہمی سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف طاعون سے بھاگنے کی نسبت کی تھی جب اس کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوئی تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس غلط نسبت سے اپنی براءت ظاہر کی جیسا کہ تم کو دوسرے باب میں معلوم ہو گا۔ المختصر عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور سے بصراحت ثابت ہوا کہ طاعونی مقام میں جانا نہیں چاہیے۔ اور جس جگہ طاعون ہو وہاں سے بھاگنے کے قصد سے نکلنا جائز نہیں ہے۔ اور اس حدیث کے موافق بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ علامہ مرتضیٰ زبیدی احیاء العلوم کی شرح (ص ۵۳۱ ج ۹) میں لکھتے ہیں: وقد وردت أخبار كثيرة موافقة لحديث عبد الرحمن بن عوف انتهى.

ساتویں حدیث

شرح معانی الآثار میں ہے:

عن عمرو بن العاص أن الطاعون وقع بالشام فقال عمرو: تفرقوا عنه فإنه رجز فبلغ ذلک شرحبیل بن حسنة فقال: قد صحبت رسول الله ﷺ یقول: إنها رحمة ربکم ودعوة نبیکم وموت الصالحین قبلکم فاجتمعوا له ولا تفرقوا علیه. فقال عمرو: صدق.

یعنی ''عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شام میں طاعون واقع ہوا تو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم لوگ اس سے متفرق ہو جاؤ۔ پس عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی یہ بات شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انھوں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہا ہوں۔ پس میں نے آپ سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ طاعون تمھارے رب کی رحمت ہے اور تمھارے نبی کی دعا ہے اور صالحین کی موت ہے جو تم سے پہلے تھے سو تم لوگ اس کے لیے جمع رہو اور متفرق مت ہو۔ پس عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے سچ کہا۔''

اس حدیث کی سند صحیح ہے کما صرح بہ الحافظ فی الفتح (ص ۱۵۵ ج ۱۰)۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طاعون خدا کی رحمت ہے اور نبی ﷺ کی دعا ہے اور مراد اس دعا سے وہ دعا ہے جو ابو بردہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہو چکی ہے۔ یعنی یہ کہ فرمایا: رسول الله ﷺ نے اللهم اجعل فناء أمتي في سبیلک بالطعن والطاعون. یعنی اے اللہ میری امت کی موت اپنی راہ میں کر طعن اور طاعون سے۔ علامہ عبدالرؤف مناوی شرح جامع صغیر میں اس حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں: وهذا الحدیث هو المشار إلیه في خبر آخر بقوله الطاعون رحمة ربکم ودعوة نبیکم انتهٰی. اور مجالس الابرار (ص ۳۷۳) میں ہے: والمراد من قول معاذ دعوة نبیکم حدیث اللهم اجعل فناء أمتي بالطعن والطاعون انتهٰی. پس جب شرحبیل رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ طاعون ہمارے خدا کی رحمت اور ہمارے نبی ﷺ کی دعا ہے تو اس سے

بھاگنا اور متفرق ہونا نہیں چاہیے یہی وجہ ہے کہ شرحبیل رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ پر انکار کیا اور لوگوں سے کہا کہ طاعون کے لیے مجتمع رہو۔ اور اس سے متفرق مت ہو اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اس انکار کا کچھ جواب نہیں دیا بلکہ شرحبیل رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی اور یہی وجہ ہے کہ ابو واثلہ ہذلی نے بھی عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ پر انکار کیا اور یہی وجہ ہے کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی یہ بات پہنچی تو انھوں نے بھی انکار کیا اور کہا: **بل هو رحمة ودعوة نبيكم** اور واضح رہے کہ شرحبیل رضی اللہ عنہ اور ابو واثلہ رضی اللہ عنہ نے نہایت سخت لفظوں میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ پر انکار کیا ہے۔ جیسا کہ تم کو آثار صحابہ میں معلوم ہوگا۔

تنبیہ

واضح ہو کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے جو لوگوں کو طاعون سے متفرق ہو جانے کو کہا سو وجہ اس کی یہ ہے کہ انھوں نے طاعون عمواس (جس میں پچیس یا تیس ہزار مسلمان مرے تھے) کی نہایت شدت اور کثرت اموات دیکھ کر بہت ڈر گئے تھے اور اس کو عذاب الٰہی خیال کیا تھا۔ اور طاعون کی رحمتِ خدا و دعائے نبی ہونے کی حدیث معلوم نہیں تھی۔ کنز العمال [ج ۴، رقم ۱۱۷۵۹] میں ہے:

> عن عبد الرحمن بن غنم قال كان عمرو بن العاص حين أحس بالطاعون فرق فرقا شديدا فقال يا أيها الناس تبددوا في هذه الشعاب وتفرقوا فإنه قد نزل بكم أمر من الله لا أراه إلا رجزا أو الطوفان الخ .

> یعنی ''عبد الرحمٰن بن غنم سے روایت ہے کہ جب عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو طاعون محسوس ہوا تو بہت ڈرے پس کہا اے لوگوں ان گھاٹیوں میں تم لوگ متفرق ہو جاؤ۔ کیونکہ اللہ کی طرف سے تم پر ایک امر نازل ہوا ہے۔ جس کو میں عذاب یا طوفان کے سوا کچھ اور نہیں گمان کرتا۔''

اور عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ نے بھی طاعون کو عذاب خیال کر کے لوگوں کو بھاگنے کو کہا تھا۔ پس شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے اسی وقت کھڑے ہو کر ان پر بھی انکار کیا۔ اور طاعونی مقام

سے بھاگنے کی ممانعت کی حدیث کو پیش کیا۔ کنز العمال میں ہے:

عن شهر بن حوشب قال لما مات معاذ تكلم عمرو بن عبسة أيضا في من يليه وكان يقول أنا رابع الإسلام فقال ياأيها الناس إن هذا الطاعون رجس فتفرقوا عنه في الشعاب فقام شرحبيل بن حسنة فقال والله لقد أسلمت وأن أميركم هذا أضل من جملة أهله فانظروا ما يقول قال رسول الله ﷺ: إذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تهربوا فإن الموت في أعناقكم وإذا كان بأرض فلا تدخلوها فإنه يحرق القلوب .

یعنی ''شہر بن حوشب سے روایت ہے کہ جب معاذ رضی اللہ عنہ مرے تو عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے قریب و پاس کے لوگوں میں کلام کیا اور کہتے تھے کہ میں اسلام کا چوتھا ہوں۔ پھر کہا اے لوگوں یہ طاعون عذاب ہے۔ پس اس سے گھاٹیوں میں متفرق ہو جاؤ پھر شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ واللہ میں اس وقت اسلام لایا ہوں جبکہ........تمھارا یہ امیر اپنے اہل کے اونٹ سے زیادہ گمراہ تھا۔ دیکھو یہ کیا کہتا ہے۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب کسی جگہ طاعون واقع ہو اور تم وہاں ہو تو مت بھاگو کیونکہ موت تمھاری گردنوں میں ہے اور جب کسی جگہ طاعون ہو تو وہاں مت جاؤ اس واسطے کہ وہ دلوں کو جلا دیتا ہے۔''

کنز العمال میں جس کتاب سے یہ روایت نقل کی گئی ہے اس کا نام نہیں لکھا گیا ہے۔ بلکہ نام کی جگہ بیاض چھوڑ دیا گیا ہے۔ مگر حافظ سیوطی نے درمنثور میں لکھا ہے:

وأخرج سيف في الفتوح عن شرحبيل بن حسنة قال قال رسول الله ﷺ إذا وقع الطاعون بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا فإن الموت في أعناقكم وإذا كان بارض فلا تدخلو ها فإنه يحرق القلوب.

یعنی ''روایت کیا سیف نے فتوح میں شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے: جب کسی جگہ طاعون واقع ہو اور تم وہاں ہو تو مت نکلو کیونکہ موت تمھاری گردنوں میں ہے۔ اور جب کسی جگہ ہو تو وہاں مت داخل ہو کیونکہ وہ دلوں کو جلا دیتا ہے۔''

آثار صحابہ رضی اللہ عنہم

حافظ سیوطی رحمہ اللہ شرح الصدور میں لکھتے ہیں:

وأخرج ابن عساكر ❶ عن أبي عنبة الخولاني الصحابي رضي الله عنه أنه قيل له إن عبد الله بن عبد الله بن عبد الملك ❷ خرج هارباً من الطاعون فقال إنا لله وإنا إليه راجعون ما كنت أرى أن أبقى حتى أسمع بمثل هذا أفلا أخبركم عن خلالٍ كان عليها إخوانكم، أولها لقاء الله تعالىٰ كان أحب إليهم من الشهد، والثانية لم يكونوا يخافون عدواً قلوا أو كثروا، والثالثة لم يكونوا يخافون عوزا من الدنيا كانوا واثقين بالله أي يرزقهم، والرابعة إن نزل بهم الطاعون لم يبرحوا حتى يقضي الله فيهم ما قضى.

یعنی ''ابن عساکر نے ابو عنبہ خولانی صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے کہا گیا کہ عبداللہ بن عبداللہ بن عبدالملک طاعون سے نکل بھاگے۔ پس ابو عنبہ رضی اللہ عنہ نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میں گمان نہیں کرتا تھا کہ میں ایسے وقت تک باقی رہوں گا کہ ایسی بات سنوں گا۔ کیا میں تم کو اُن خصلتوں کی خبر نہ دوں کہ جن پر تمھارے بھائی لوگ تھے۔ پہلی خصلت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات

---

❶ شرح الصدور (ص ۷) میں یہ ابن ابی الدنیا سے ہے۔ اور ابو عنبہ کی بجائے عتبہ ہے، مگر صحیح ابو عنبہ ہے۔ ملاحظہ ہو۔ الزھد لابن المبارک رقم (۵۲۴) الاصابہ (ص ۱۹۲ ج ۶) وغیرھا [اثری]

❷ صحیح ... عبداللہ بن عبدالملک ...

کرنا ان لوگوں کے نزدیک شہد سے بڑھ کر محبوب تھا۔ اور دوسری خصلت یہ تھی کہ وہ لوگ دشمن سے ڈرتے نہ تھے کم ہوں یا زیادہ۔ اور تیسری خصلت یہ تھی کہ وہ لوگ محتاجی اور دنیا کی تنگی سے ڈرتے نہیں تھے اللہ تعالیٰ پر وثوق رکھتے تھے۔ اور چوتھی خصلت یہ تھی کہ اگر ان میں طاعون واقع ہوتا تو وہ ٹلتے نہ تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان میں حکم کرتا جو حکم کرنا چاہتا۔''

اور شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کا اثر ساتویں حدیث کے ضمن میں مذکور ہو چکا ہے اور مسند احمد بن حنبل (ص ۱۹۵ ج ۴) میں شرحبیل بن حسنہ کا اثر بایں لفظ مذکور ہے۔

عن عبد الرحمن بن غنم قال لما وقع الطاعون بالشام خطب عمرو بن العاص فقال إن هذا الطاعون رجس فتفرقوا عنه في هذه الشعاب وفي هذه الأودية فبلغ ذلك شرحبيل بن حسنة قال فغضب فجاء وهو يجر ثوبه معلق نعله بيده فقال: صحبت رسول الله ﷺ وعمرو أضل من حمار أهله، ولكنه رحمة ربكم ودعوة نبيكم ووفاة الصالحين قبلكم .

یعنی ''عبد الرحمٰن بن غنم سے روایت ہے کہ جب شام میں طاعون واقع ہوا تو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا۔ پس کہا یہ طاعون عذاب ہے سو اس سے متفرق ہو جاؤ۔ ان گھاٹیوں میں اور ان وادیوں میں۔ پس عمرو بن عاص کی یہ بات شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو غضب میں آ گئے اور اپنے کپڑے کو کھینچتے ہوئے اور اپنے جوتے کو اپنے ہاتھ میں لٹکائے ہوئے آئے اور کہا میں رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہا ہوں اور عمرو بن عاص اپنے اہل کے گدھے سے اضل ہیں، لیکن طاعون تمھارے رب کی رحمت ہے اور تمھارے نبی کی دعا ہے اور اگلے صالحین کی وفات ہے۔

اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی اس بات پر معاذ رضی اللہ عنہ نے بھی انکار کیا ہے۔ مسند احمد

(ص ۲۴۸ ج ۵) میں ہے:

(ص ۲۴۸ ج ۵) میں ہے:

عن أبي قلابة إن الطاعون وقع بالشام فقال عمرو بن العاص إن هذا الرجز قد وقع ففروا منه في الشعاب والأودية فبلغ ذلك معاذا فلم يصدقه بالذي قال فقال: بل هو شهادة ورحمة ودعوة نبيكم ﷺ اللهم أعط معاذا وأهله نصيبهم من رحمتك.

یعنی ''ابوقلابہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شام میں طاعون واقع ہوا تو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ عذاب واقع ہوا ہے۔ پس اس سے گھاٹیوں اور وادیوں میں بھاگو۔ سو یہ بات معاذ رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انھوں نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی اس بات کی تصدیق نہیں کی اور کہا بلکہ طاعون شہادت اور رحمت ہے اور تمھارے نبی ﷺ کی دعا ہے۔ اے اللہ معاذ رضی اللہ عنہ کو اور اس کے اہل کو اپنی رحمت سے ان کا حصہ دے۔''

اور واضح رہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جن کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے: وأعلمهم بالحلال والحرام معاذ بن جبل. رواه الترمذي (ص ۲۲۶) یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم میں حلال اور حرام کے زیادہ جاننے والے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور ابو واثلہ ہذلی رضی اللہ عنہ نے بھی عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی اس بات پر انکار کیا ہے۔ اور ان کا انکار مسند احمد بن حنبل میں بایں لفظ مروی ہے: كذبت والله لقد صحبت رسول الله ﷺ وأنت شر من حماري هذا. حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں لکھتے ہیں: وفي معظم الطرق أن عمرو بن العاص صدق شرحبيل وغيره على ذلك یعنی اکثر طرق میں ہے کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کی ان کے انکار کرنے پر تصدیق کی ہے۔

علامہ زرقانی رحمہ اللہ شرح موطا میں لکھتے ہیں:

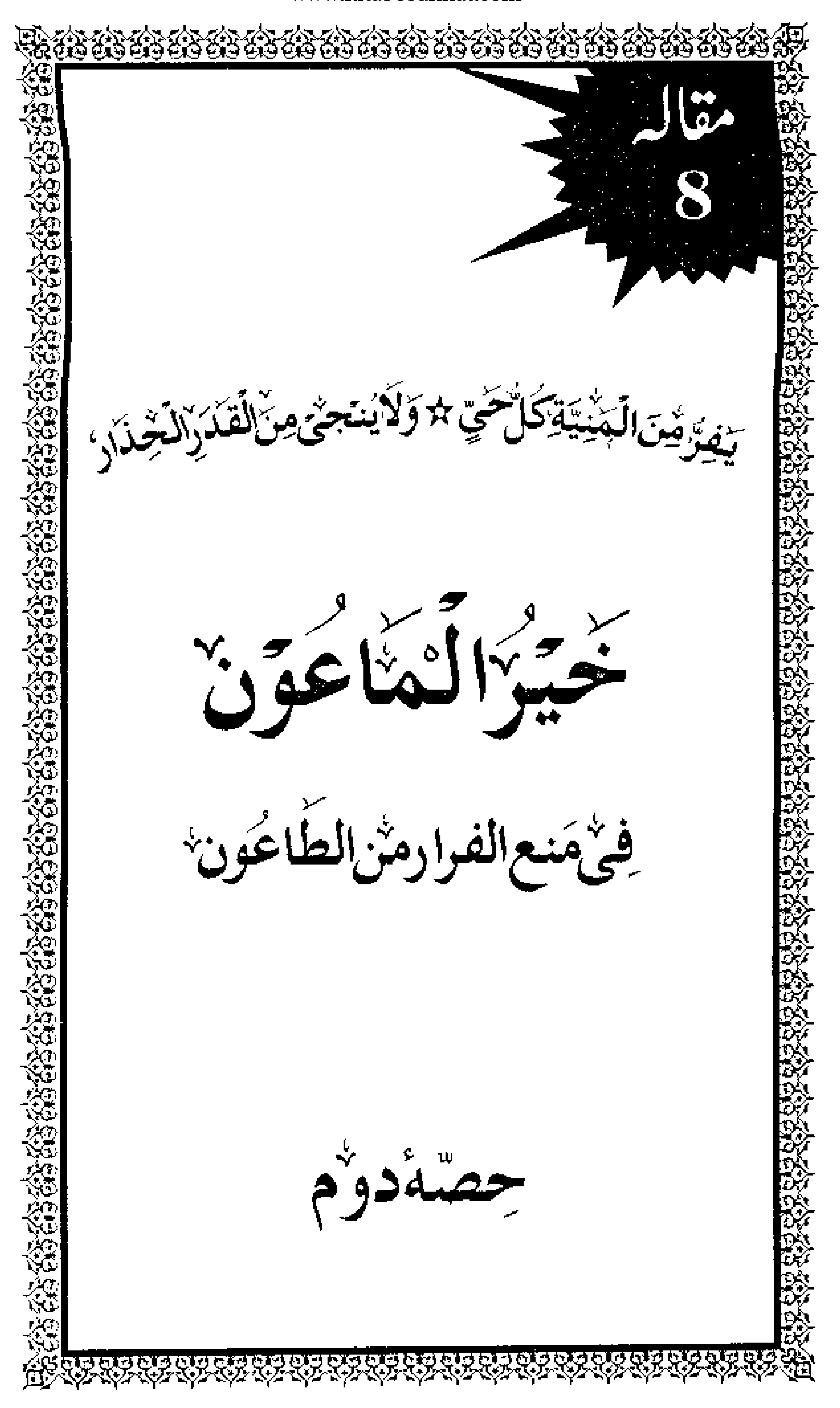
قال ابن عبد البر ولم يبلغني عن أحد من حملة العلم أنه فر منه إلا ما ذكر المدائني أن علي بن زيد بن جدعان هرب منه



إلى السبالة فكان يجمع كل جمعة ويرجع فإذا رجع صاحوا به فر من الطاعون فطعن فمات بالسبالة. انتهٰى.

یعنی ''ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے کہا کہ اہلِ علم میں سے کسی کی نسبت مجھے یہ خبر نہیں پہنچی ہے کہ وہ طاعون سے بھاگا ہے۔ مگر ہاں وہی جو مدائنی نے ذکر کیا ہے کہ علی بن زید بن جدعان طاعون سے بھاگ کر سبالہ میں چلے گئے اور ہر جمعہ کو نماز جمعہ پڑھنے کے واسطے آتے۔ پھر جمعہ پڑھ کر جب سبالہ جانے لگتے تو لوگ چلا کر پکارتے کہ (دیکھو) یہ طاعون سے بھاگا ہے۔ پھر ان کو طاعون ہوا اور سبالہ ہی میں مرے۔''

بلاشبہ کوئی شخص بھاگ کر موت سے ہرگز نہیں بچ سکتا۔ جس کی موت طاعون میں لکھی ہے اس کو ضرور طاعون میں مبتلا ہو کر مرنا ہے۔ چاہے وہ ٹھہرا رہے چاہے بھاگے۔ سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ﴿ لَن يَنفَعَكُمُ الْفِرَارُ إِن فَرَرْتُم مِّنَ الْمَوْتِ أَوِ الْقَتْلِ ﴾ [الأحزاب: ١٦] الحمد للہ کہ پہلا باب اختتام کو پہنچا۔ اب یہاں سے دوسرا باب شروع کیا جاتا ہے۔


مقالہ
8
یفر من المنیۃ کل حي ☆ ولا ینجي من القدر الحذار
خیر الماعون
فی منع الفرار من الطاعون
حصہ دوم



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دوسرا باب

طاعونی مقام سے بھاگنے والوں کے اعذار اور ان کا جواب

جو لوگ طاعونی مقام سے بھاگنے کو جائز یا ضروری بتاتے ہیں وہ متعدد عذر پیش کرتے ہیں اب ہم ان کے عذروں کو نقل کر کے ان کا جواب لکھتے ہیں۔ لیکن قبل اس کے کہ ہم جواب لکھنا شروع کریں طاعون سے بھاگنے والوں کی خدمت میں قرآنِ مجید کی ایک آیت اور عمدۃ القاری شرح بخاری اور تفسیر روح البیان کی ایک ایک عبارت اور سلیمان بن معبد کا ایک شعر پیش کر دینا مناسب سمجھتے ہیں۔ قرآنِ مجید کی آیت یہ ہے

﴿وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ كِتَاباً مُّؤَجَّلاً﴾

[آل عمران:۱۴۵]

''یعنی بغیر حکم اللہ تعالیٰ کے کوئی شخص نہیں مر سکتا لکھا ہوا ہے، وقت مقرر ہے۔''

عمدۃ القاری کی عبارت یہ ہے:

ولا يتحيل في الخروج في تجارة أو زيارة أو شبههما ناويا بذلك الفرار منه ويبين هذا المعنى قوله صلى الله عليه وسلم إنما الأعمال بالنيات.

''یعنی طاعون سے بھاگنے کے لیے کوئی حیلہ نہیں کرنا چاہیے کہ تجارت یا زیارت یا اسی طرح کسی اور کام کے بہانہ سے نکلے اور نیت طاعون سے بھاگنے کی رکھے اور اس مطلب کو رسول اللہ ﷺ کا یہ قول **إنما الأعمال بالنيات** یعنی تمام کام اور اعمال کا مدار نیت ہی پر ہے۔ صاف طور پر بیان کرتا ہے۔''

تفسیر روح البیان کی عبارت یہ ہے:

أما الخروج بغير طريق الفرار فمرخص فيه لكن مباشرة الحيلة لأجل الخلاص من الموت سفه وعبث لايشك في حرمتها عوام المسلمين فضلا عن خواصهم .

''یعنی طاعونی مقام سے بغیر طریق فرار کے نکلنا جائز ہے لیکن موت سے بچنے کے لیے حیلہ کرنا حماقت اور عبث ہے۔ اس کی حرمت میں عام مسلمان شک نہیں کرتے چہ جائے کہ خواص۔''

سلیمان بن معبد کا یہ شعر ہے:

لعمرک ما للناس في الموت حيلة
ولا لقضاء الله في الخلق مدفع

''تیری عمر کی قسم موت کے بارے میں کسی کا کچھ حیلہ چل نہیں سکتا اور اللہ کے حکم کو کوئی دفع کرنے والا نہیں ہے۔''

بہتر ہوگا کہ طاعونی مقام سے بھاگنے والے حضرات پہلے اس آیت اور عبارت اور شعر کے مضمون کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں۔ پھر بعد اس کے اپنے عذروں کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

عذر (۱)

مجذوم سے بھاگنا بلاشبہ جائز ہے۔ پس طاعونی مریض یا طاعونی مقام سے بھاگنا کیوں جائز نہیں ہوگا۔

جواب

مجذوم سے بھاگنا حدیث سے ثابت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: **فر من المجذوم كما تفر من الأسد.** رواه البخاری ''یعنی مجذوم سے ایسا بھاگ جیسے تو شیر سے بھاگتا ہے۔'' اور طاعون اور طاعونی مقام سے بھاگنا حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ بلکہ حدیث سے طاعون اور طاعونی مقام سے بھاگنے کی ممانعت ثابت ہے۔ پس

طاعونی مریض یا طاعونی مقام سے بھاگنے کو مجذوم سے بھاگنے پر قیاس کرنا سراسر فاسد ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں لکھتے ہیں:

واحتجو أيضاً بالقياس على الفرار من المجذوم وقد ورد الأمر به والجواب أن الخروج من البلد التي وقع بها الطاعون قد ثبت النهي عنه والمجذوم قد ورد الأمر بالفرار منه فكيف يصح القياس. انتهٰی

عذر (۲)

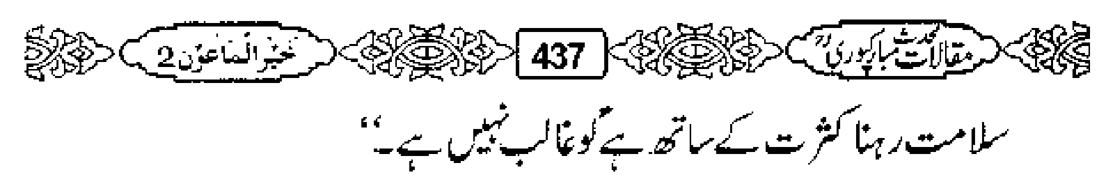
شیر اور دشمن سے بھاگنا نہایت ضروری ہے۔ پس طاعون سے بھی بھاگنا بہت ضروری ہے کیونکہ وہ شیر اور دشمنانِ جان سے کسی طرح کم نہیں۔

جواب

طاعون کو شیر اور دشمن پر قیاس کرنا باطل ہے طاعونی مقام سے بھاگنے کی ممانعت آئی ہے۔ طاعونی مقام میں ٹھہرے رہنے کا حکم ہے اور شیر اور دشمن کے مقابلہ میں نہ ٹھہرے رہنے کا حکم ہے اور نہ ان سے بھاگنے کی ممانعت آئی ہے، بلکہ ان سے بھاگ کر جان بچانے کا حکم ہے۔ علامہ مرتضیٰ زبیدی حنفی نے احیاء العلوم کی شرح میں اس عذر کا جواب اس طرح لکھا ہے:

والجواب أن السلامة من الأسد والعدو نادر والهلاك معهما كالمتيقن فصار *كإلقاء الإنسان نفسه في النار* بخلاف الفرار من البلد الذي يقع به الطاعون فإن السلامة فيه كثيرة وإن لم تكن غالبة. انتهٰی۔

"یعنی شیر اور دشمن سے سلامت رہنا نادر ہے اور ان دونوں سے ہلاک ہونا کالمتیقن ہے۔ پس شیر اور دشمن کے مقابلہ میں ٹھہرے رہنا گویا اپنے آپ کو آگ میں ڈالنا ہے۔ بخلاف طاعونی مقام کے کہ یہاں ٹھہرے رہنے میں



سلامت رہنا کثرت کے ساتھ ہے گو غالب نہیں ہے۔''

عذر (۳)

طاعونی مقام سے بھاگنا اگر درست نہیں ہے تو اس مکان سے تم کیوں نکل بھاگتے ہو جس میں آگ لگ گئی ہو۔ اسی جلتے ہوئے مکان میں کیوں ٹھہرے نہیں رہتے۔

جواب

جس مکان میں آگ لگی ہو اس میں ٹھہرے رہنا جائز نہیں اس وجہ سے اس مکان سے ہم نکل بھاگتے ہیں اور طاعونی مقام میں ٹھہرے رہنے کا حکم ہے اور وہاں سے بھاگنا جائز نہیں۔ اس لیے ہم وہاں سے بھاگنے کو نادرست و ناجائز کہتے ہیں۔ پس طاعونی مقام کو آگ لگے ہوئے مکان پر قیاس کرنا صحیح نہیں۔ مولانا شیخ عبد الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں:

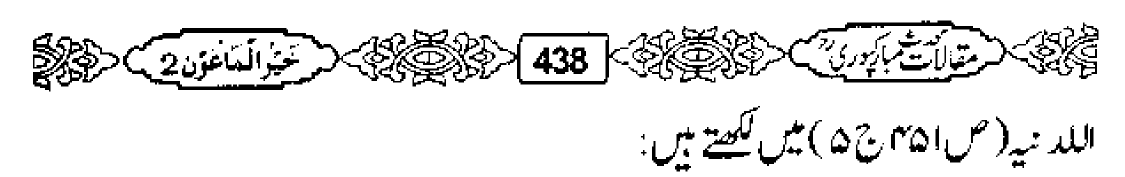
''وبالجملہ بے شک فرار از اں منہی عنہ است و معصیت است و قیاس آں بر خروج از درون خانہ نزد زلزلہ و وقوع نار فاسد ست از جہت ورود نص برخلاف آں و نیز ہلاک در صورت زلزلہ و افتادن آتش در خانہ غالب بلکہ یقینی ست عادتاً بخلاف مردن نزد عدم خروج از وبا کہ مشکوک است انتہیٰ۔''

عذر (۴)

طاعون عذاب الٰہی ہے اور ایک بہت بڑی بلا ہے۔ اور قحط اور جملہ بلاؤں اور ہلاکت کی جگہوں سے فرار کرنا بلاشبہ جائز ہے۔ پس طاعون سے بھی فرار کرنا بلاشبہ جائز ہے۔

جواب

طاعون امم سابقہ کے لیے عذاب تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے واسطے طاعون کو رحمت اور شہادت بنا دیا ہے۔ علامہ قسطلانی مواہب



اللدنیہ (ص ۴۵۱ ج ۵) میں لکھتے ہیں:

ومنها (أي من خصائص هذه الأمة) أن الطاعون لهم شهادة ورحمة وكان على الأمم عذابا. رواه أحمد والطبراني في الكبير من حديث أبي عسيب مولى رسول الله ﷺ ورجال أحمد ثقات ولفظه: الطاعون شهادة لأمتي ورحمة لهم ورجز على الكفار انتهى.

حاصل ترجمہ یہ ہے کہ اس امت محمدیہ کی خصوصیتوں سے ایک یہ خصوصیت ہے کہ طاعون ان کے لیے شہادت اور رحمت ہے اور امم سابقہ کے لیے عذاب تھا۔ پس طاعون کو مسلمانوں کے حق میں عذاب الٰہی اور بلا سمجھنا اور اس بنا پر طاعون سے فرار کو جائز بتانا نادانی کی بات ہے۔ نیز طاعون کو قحط و دیگر بلایا اور ہلاکت کی جگہوں پر قیاس کرنا صحیح نہیں کیونکہ طاعون سے فرار کی ممانعت آئی ہے۔ بخلاف قحط و دیگر بلایا و مہالک کے۔ علامہ شہاب آلوسی رحمہ اللہ تفسیر روح المعانی (ص ۷۰ ج ۹) میں لکھتے ہیں:

قدقال الجلال السيوطي الفرار من الوباء كالحمى ومن سائر أسباب الهلاك جائز بالإجماع والطاعون مستثنىٰ من عموم المهالك المأمور بالفرار منها للنهي التحريمي أو التنزيهي عن الفرار منه. انتهىٰ.

''یعنی جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے کہا کہ بھاگنا وبا سے جیسے بخار اور تمام ہلاکت کے اسباب سے جائز ہے بالاجماع اور تمام ہلاکت کے اسباب سے طاعون مستثنیٰ ہے۔ کیونکہ طاعون سے فرار کی نہی آئی ہے تحریمی یا تنزیہی اور طاعون کے سوا اور ہلاکت کے تمام اسباب سے فرار کا حکم ہے۔''

یہاں مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کی ایک عبارت نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ آپ آیہ ﴿**فأنزلنا على الذين ظلموا رجزاً من السماء**﴾ کے تحت فرماتے ہیں:



''دریں جا بخاطر اکثر ظاہر بینان اشکالے روی دہد کہ فرار از قحط ویگر بلیات بلاشبہ در شریعت جائز است چنانچہ مشہور است الفرار مما لا یطاق من سنن المرسلین۔ ووبا وطاعون کہ اشد بلیات است چرا فرار ازیں بلا در شریعت ممنوع داشتہ اند، جوابش آنکہ ایں را دو جہت است اول آنکہ درصورت وباوطاعون اکثر اہل شہر خصوصاً اقارب وشعائر واصدقاو معارف بیماری باشند اگر مردم راحکم بجواز فراری فرمودند ایں بیماراں رابیمارداری کہ می کرد ہمہ بخوف جاں خود کہ خیلی شیریں است گرفتہ می رفتند و بیماراں بے اجل می مردند یعنی حرج عظیم می کشید ندپس دراں وقت خدمت بیماراں ونہ شکستن خاطر آنہا وخواطر عاجزان وشکستہ پایاں کہ طاقت گریز مطلق نہ دارند حکم جہاد پیدا کردو صبر دراں مثل صبر درصف قتال موجب اجر وثواب گردید بخلاف بلیات دیگر از قحط وخوف دشمن کہ ایں مانع از فرار درانجا متحقق نیست بلکہ فقراں و بے مایگان از ہمہ پیشقدم می باشند درفرار بامستغنی می باشند ازانکہ مال ندارند تا کسے دنبال آنہا گیرد؟ و دوم آنکہ وباء وطاعون از آثار وا خبثیہ جنیان است کہ بیکبارگی برائے ایذائے مسلمین از بنی آدم وغیر مسلمین منتشر شدہ بایں نوع اذیت می رسانند پس گریختن از مقابلہ آنہا دلیل ترسیدن از آنہا است وصبر واستقامت موجب ذلت وانکسار نخوت آنہا پس بایں جہت نیز حکم جہاد وصبر د رقتال پیدا گردو در حدیث نیز اشارہ واقع شدہ بایں معنی جائیکہ فرمودہ اند در حق طاعون کہ فانھا وخز اعدائکم من الجن'' انتہی کلامہ۔

عذر (۵)

فتاوی الأشباہ والنظائر میں ہے:

وفي البزازية إذا تزلزلت الأرض وهو في بيته يستحب له الفرار إلى الصحراء لقوله تعالىٰ ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة



وفيه قيل الفرار مما لا يطاق من سنن المرسلين انتهٰى وهو يفيد الفرار من الطاعون إذا نزل ببلدة. انتهٰى.

''بزازیہ میں ہے کہ جب زلزلہ آئے اور آدمی اپنے گھر میں ہو تو اس کو میدان میں بھاگ جانا مستحب ہے اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے مت ڈالو اپنی جانوں کو ہلاکت میں اور اسی بزازیہ میں ہے کہ کہا گیا ہے کہ بھاگنا ان امور سے جن کی طاقت نہیں پیغمبروں کی سنت ہے اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ جب کسی شہر میں طاعون واقع ہو تو اس سے بھاگنا جائز ہے۔''

جواب

طاعون کو زلزلہ پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔ دیکھو تیسرے عذر کا جواب۔ اور طاعونی مقام میں ٹھہرنا امور مالا یطاق نہیں ورنہ طاعونی مقام میں ٹھہرے رہنے کا ہرگز حکم نہ ہوتا پس بزازیہ کی عبارت سے طاعون سے بھاگنے کا جواز ثابت نہیں ہوسکتا اسی وجہ سے علامہ حموی حنفی رحمہ اللہ شرح اشباہ میں لکھتے ہیں: **وفي الإفادة نظر ظاهر لمن تدبر** . یعنی بزازیہ کی عبارت سے فرار من الطاعون کے جواز کے مستفاد ہونے میں ظاہر نظر ہے تدبیر کرنے والے کے لیے۔ اور خود صاحب اشباہ عبارت مذکورہ کے بعد لکھتے ہیں: **والحديث في الصحيحين بخلافه** . یعنی حالانکہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث طاعون سے بھاگنے کے خلاف میں ہے۔ مقصود صاحب اشباہ کا یہ ہے کہ بزازیہ کی عبارت سے اگرچہ فرار من الطاعون کا جواز مستفاد ہوتا ہے لیکن صحیحین کی حدیث سے اس کی ممانعت ثابت ہے۔ اور ہاں واضح رہے اگر تسلیم کر لیا جائے کہ آیہ ﴿وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ [البقرة:۱۹۵] سے زلزلہ کے وقت گھر کے اندر سے باہر نکل بھاگنے کا جواز ثابت ہے لیکن اس آیت سے طاعونی مقام سے بھاگنے کا جواز ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ دیکھو عذر (۲۱) کا جواب۔

عذر(٦)

طاعون متعدی مرض ہے۔ڈاکٹروں اور یونانی طبیبوں نے اس کا متعدی ہونا تسلیم کیا ہے اور شرعاً بھی اس کا متعدی ہونا معلوم ہوتا ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے طاعونی مقام میں جانے کو منع فرمایا ہے۔پس جبکہ طاعون متعدی مرض ہے تو طاعونی مقام سے بھاگنا فقط جائز ہی نہیں، بلکہ بہت ضروری ہے۔

جواب

طاعون کا متعدی ہونا نہ عقلاً ثابت ہے اور نہ شرعاً بلکہ شریعت سے اس کا غیر متعدی ہونا صاف طور پر ثابت ہے جیسا کہ مقدمہ میں بسط وتفصیل کے ساتھ معلوم ہوا۔اور آنحضرت ﷺ نے جو طاعونی مقام میں جانے کی ممانعت فرمائی ہے سو اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ طاعون متعدی ہے کیونکہ اگر یہ وجہ ہوتی تو آپ طاعونی مقام میں ٹھہرے رہنے کا حکم اور وہاں سے بھاگنے کی ممانعت ہرگز نہ فرماتے، بلکہ وہاں سے بھاگنے کا حکم فرماتے۔امام طحاوی رحمہ اللہ شرح معانی الآثار میں لکھتے ہیں:

قالوا فقد أمر رسول الله صلى الله عليه وسلم في هذه الآثار أن لا يقدم على الطاعون وذلک للخوف منه قيل لهم مافي هذا دليل على ما ذكرتم لأنه لو كان أمره بترک القدوم للخوف منه لكان يطلق لأهل الموضع الذي وقع فيه أيضاً الخروج منه لأن الخوف عليهم منه كالخوف على غيرهم فلما منع لأهل الموضع الذي وقع فيه الطاعون من الخروج منه ثبت أن المعنى الذي من أجله منعهم من القدوم غير المعنى الذي ذهبتم إليه. انتهى.



عذر (۷)

جس مقام میں طاعون ہوتا ہے وہاں کی ہوا ضرور فاسد اور خراب ہوتی ہے کیونکہ ہوا کے فاسد ہونے ہی کی وجہ سے طاعون پیدا ہوتا ہے۔ پس ہم لوگ میدان میں یا کسی اور مقام میں تبدیلِ ہوا کی غرض سے جاتے ہیں طاعون سے بھاگتے نہیں۔

جواب

یہ عذر بالکل غلط ہے کیونکہ اس کی بنیاد اس امر پر ہے کہ طاعون کے پیدا ہونے کا سبب فسادِ ہوا ہے اور اس امر کا فاسد اور باطل ہونا مقدمہ میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہو چکا ہے۔ اور اگر فرض کیا جائے کہ فسادِ ہوا ہی کی وجہ سے طاعون پیدا ہوتا ہے تب بھی اس عذر کا غلط ہونا ظاہر ہے کیونکہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ جس مقام میں طاعون ہوتا ہے وہاں کی ہوا فاسد ہو جاتی ہے سو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہاں کی ہوا میں طاعونی سمیت سرایت کر جاتی ہے اور طاعونی اثر سے ایسی متاثر و متکیف ہو جاتی ہے کہ جو شخص وہاں رہے گا اور وہ طاعونی ہوا بذریعۂ استنشاق اس کے اندر جائے گی تو اس کو طاعون ہو جائے گا۔ پس ظاہر ہے کہ ایسی طاعونی ہوا کو چھوڑ کر میدان یا کسی اور مقام میں تبدیلِ ہوا کی غرض سے جانا درحقیقت طاعون ہی سے بھاگنا ہے۔ پس یہ کہنا کہ ہم میدان یا کسی اور مقام میں تبدیلِ ہوا کی غرض سے جاتے ہیں طاعون سے بھاگتے نہیں ہیں محض غلط عذر اور سراسر باطل حیلہ ہے۔

عذر (۸)

طاعونی مقام سے نہ نکلنا اور وہیں ٹھہرے رہنا عزیمت ہے اور اس میں فضیلت اور توکل ہے اور وہاں سے نکل جانا رخصت ومباح ہے۔

جواب

طاعونی مقام سے نکل جانے کو رخصت ومباح اور وہاں ٹھہرے رہنے کو عزیمت

بتانا ایک محض باطل دعویٰ ہے جس کا بطلان پہلے باب سے صاف ظاہر ہے۔ اس عذر کا جواب مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اشعۃ اللمعات میں اس طرح لکھا ہے:

''گویم کہ تشبیہ بزحف وورود وعید منافی آں است چہ فرار اززحف باتفاق ممنوع وگناہ کبیرہ است وتشبیہ بان مثبت اشتراک ومساوات است یا چیزے ازان کم باشد انتھی۔''

عذر (۹)

طاعونی مقام کو چھوڑ کر میدان میں چلے جانا یہی طاعون کی دوا ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر اور طبیب کہتے ہیں۔ اور طاعونی کی دوا کرنا بلاشبہ جائز ہے۔ پس ہم لوگ میدان میں علاجاً ودواءً جاتے ہیں طاعون سے بھاگتے نہیں ہیں۔

جواب

جو لوگ طاعونی مقام کو چھوڑ کر میدان میں علاجاً ودواءً جاتے ہیں۔ ان کی غرض اور نیت یہی ہوتی ہے کہ میدان میں جانے سے ہم طاعون سے بچ جائیں گے۔ اور جو لوگ طاعون سے بھاگ کر میدان میں جاتے ہیں ان کی بھی یہی غرض اور نیت ہوتی ہے کہ میدان میں بھاگ جانے سے ہم طاعون سے بچ جائیں گے۔ صحیح لوگوں کا میدان میں علاجاً ودواءً جانا اور علاج سے میدان میں بھاگنا یہ دونوں ایک ہی چیز ہے اور ان دونوں سے ایک ہی مطلب اور ایک ہی غرض ہے فقط الفاظ کا فرق ہے اس کے علاوہ صحیح لوگوں کا میدان میں دواءً وعلاجاً جانا ایک بے معنی بات ہے۔ دوا وعلاج مریضوں کا ہوا کرتا ہے نہ صحیح لوگوں کا پس یہ کہنا کہ ہم میدان میں علاجاً ودواءً جاتے ہیں طاعون سے بھاگتے نہیں ہیں سراسر جھوٹا حیلہ ہے۔ اور ڈاکٹر وطبیب جو میدان میں نکل جانے کو طاعون کی دوا بتاتے ہیں سو ان کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جیسے طاعونی مریضوں کا علاج دواؤں سے ہوتا ہے اسی طرح طاعونی مریضوں کا میدان میں نکل جانا بھی ان کی دوا ہے، بلکہ ان کا مطلب ان کے غلط خیال کے مطابق، جس کی تغلیط مقدمہ میں ہو چکی ہے، یہ ہے کہ طاعونی مقام میں رہنے سے طاعونی

مریضوں کے میل جول اور فسادِ ہوا کی وجہ سے صحیح اور اچھے لوگوں کو بھی طاعون ہو جائے گا۔ لہٰذا طاعونی مقام کو چھوڑ کر میدان یا کسی اور مقام میں نکل بھاگنا چاہیے یا طاعونی مقام کے طاعونی اثر سے محفوظ رہیں پس میدان میں نکل جانے کو جو یہ لوگ دوا بتاتے ہیں سو اصل مقصود انکا طاعونی مقام سے بھاگنا ہی ہے نہ یہ کہ میدان میں نکل جانا درحقیقت طاعون کا علاج ہے۔ اور اگر ہم فرض بھی کر لیں کہ طاعونی مقام کو چھوڑ کر میدان میں چلے جانا یہی طاعون کی دوا اور علاج ہے تو یہ دوا شرعا حرام و ناجائز ہے۔ لہٰذا کسی مسلمان کو یہ دوا کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ اس کے سوا دوسری جائز دوا جو چاہے کرسکتا ہے۔ کیا غضب ہے کہ ہمارے دین و دنیا کے طبیب جن کے نسخہ پر ہماری روحانی اور جسمانی صحت اور دینی اور دنیاوی عافیت موقوف ہے، یعنی رحمۃ للعالمین محمد مصطفیٰ ﷺ نے طاعون کی بیماری میں جس امر سے سخت ممانعت کی تھی وہ یہی طاعون سے بھاگنا اور طاعونی مقام کو چھوڑ کر کسی اور جگہ نکل بھاگنا تھا۔ اب اسی امر کو طاعون کی دوا اور علاج ٹھہرایا جاتا ہے۔ عیاذاً باللہ۔

عذر (۱۰)

جیسے طاعونی مقام میں ٹھہرے رہنے میں تقدیر پر راضی رہنا ہے اسی طرح وہاں سے بھاگنے میں اور وہاں داخل ہونے میں بھی تقدیر پر راضی رہنا ہے۔ دیکھو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب مقام سرغ میں پہنچ کر شام میں طاعون ہونے کی خبر سنی تو وہیں سے واپس ہونے کا ارادہ کیا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا آپ اللہ کی قدر سے بھاگتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں ہم اللہ کی قدر سے اللہ کی قدر ہی کی طرف بھاگتے ہیں۔ پس جس طرح طاعونی مقام میں ٹھہرنا جائز ہے اسی طرح وہاں سے بھاگنا اور وہاں داخل ہونا بھی جائز ہے۔

جواب

طاعونی مقام سے بھاگنے اور وہاں داخل ہونے کی ممانعت میں نصوص صریحہ موجود ہیں اس وجہ سے وہاں سے بھاگنا اور وہاں داخل ہونا ممنوع و ناجائز ہے۔ اور تقدیر پر راضی رہنے سے وہاں سے بھاگنا اور وہاں داخل ہونا جائز نہیں ہوسکتا۔ اور حضرت ابوعبیدہ

رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی گفتگو اس وقت کی ہے کہ جب ان کو طاعونی مقام سے بھاگنے اور وہاں داخل ہونے کی ممانعت کی حدیث معلوم نہ تھی۔ جیسا کہ تم کو باب اول تحت حدیث ششم میں معلوم ہوا۔ مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں:

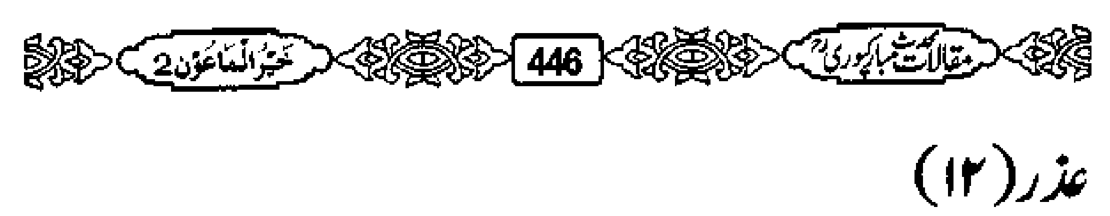
''اگر گویند کہ توکل و رضا بر تقدیر ہر دو صورت است ہم در بودن اینجا کہ وبا است وہم در رفتن کہ در آنجا وبا است جوابش آنکہ در برابر حکم شارع این سخن نامسموع و باطل است حکم آں است کہ ازیں جا کہ ہست نہ برآید و آنجا کہ ہست نہ رود عقل را دریں جا مدخلے نیست واللہ اعلم'' انتہی۔

عذر (۱۱)

لوگ کہتے ہیں کہ طاعون میں مرنے سے شہادت حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے طاعونی مقام میں صبر کرنا اور ٹھہرے رہنا ضروری ہے اور وہاں سے بھاگنا ناجائز ہے تو دیوار کے نیچے دب کر مرجانے میں بھی تو شہادت حاصل ہوتی ہے پھر گرتی ہوئی دیوار کے نیچے لوگ صبر کر کے کیوں بیٹھے نہیں رہتے اور کیوں اس سے بھاگتے اور بھاگنے کو ضروری بتاتے ہیں۔

جواب

جو لوگ طاعونی مقام میں ٹھہرے رہنے اور صبر کرنے کو ضروری بتاتے ہیں وہ اس وجہ سے نہیں کہ طاعون میں مرنے سے شہادت حاصل ہوتی ہے، بلکہ اس وجہ سے کہ احادیث صحیحہ میں طاعونی مقام میں صبر کرنا اور ٹھہرے رہنے کا حکم اور وہاں سے بھاگنے کی ممانعت وارد ہے۔ اور دیوار کے نیچے دب کر مرجانے میں بلاشبہ شہادت حاصل ہوتی ہے، مگر اس کے نیچے صبر کرنے اور ٹھہرے رہنے کا ہرگز ہرگز حکم نہیں ہے، بلکہ وہاں سے بھاگنے کا حکم ہے۔ شرح معانی الآثار میں ہے: **مر رسول الله ﷺ بهدف مائل فاسرع** یعنی ''رسول اللہ ﷺ ایک جھکے ہوئے ٹیلے کے پاس گزرے پس آپ نے تیز روی فرمائی۔'' اسی وجہ سے وہ لوگ گرتی ہوئے دیوار کے پاس سے بھاگتے اور بھاگنے کو ضروری سمجھتے ہیں۔



عذر (۱۲)

مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نے فتویٰ دیا ہے ❶ کہ طاعونی مقام سے نکل کر آس پاس کے باغوں اور جنگلوں میں نکل جانا جائز ہے چنانچہ ایک فتویٰ میں لکھتے ہیں کہ جس جگہ طاعون ہو اس کے آس پاس کے جنگل و باغ میں جانا درست ہے، مگر اور جگہ جانا نادرست ہے اور طاعون زدہ جگہ میں جانا بھی گناہ ہے۔

جواب

بے شک مولانا ممدوح نے یہ فتویٰ دیا ہے، لیکن ان کا یہ فتویٰ بالکل بے دلیل و بے سند ہے۔ ہم نے اس خصوص میں ان کے متعدد فتوے دیکھے سب میں صرف اسی قدر لکھا دیکھا کہ آس پاس کے جنگل و باغ میں جانا درست ہے، مگر کسی فتویٰ میں مولانا صاحب نے اس کی دلیل نہیں لکھی ہے۔ بعض اہلِ علم نے ان کی خدمت میں بتاکید لکھا کہ آپ کے پاس اس کی جو دلیل ہو اس سے مطلع فرمایئے مگر اس پر بھی کوئی دلیل نہیں پیش کی۔ غرض نہ مولانا صاحب نے اپنے اس فتویٰ کے ثبوت میں کوئی دلیل لکھی ہے اور نہ کوئی دلیل صحیح اس پر قائم ہے اور باب اول کے دیکھنے سے اس فتویٰ کا صحیح نہ ہونا صاف طور پر ظاہر ہو چکا ہے۔

عذر (۱۳)

ملک شام کے طاعون میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ طاعون عذاب ہے۔ سو ان گھاٹیوں اور وادیوں میں بھاگو۔ اس سے معلوم ہوا کہ آس پاس کے میدانوں اور باغوں میں طاعون سے بھاگ کر جانا جائز ہے۔

---

❶ فتاویٰ رشیدیہ میں یہ فتویٰ نہیں ملا۔ (اثری)



جواب

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے بلاشبہ لوگوں کو طاعون سے وادیوں اور گھاٹیوں میں بھاگنے کو کہا لیکن آپ کا یہ کہنا اس وجہ سے تھا کہ آپ نے طاعون کو مطلقاً عذاب الٰہی خیال کیا تھا حالانکہ طاعون مسلمانوں کے لیے عذاب نہیں ہے، بلکہ رحمت ہے۔ علاوہ اس کے شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ پر انکار کیا اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے نہایت سخت لفظوں میں انکار کیا۔ مولانا شیخ عبدالحق مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں:

''وچوں رسید مردم را طاعون بر خاست عمرو بن العاص وگفت بمردم متفرق شوید از وے کہ وے در حکم آتش است گفت معاذ بن جبل عجب کول بودہ تو وہر آئینہ تو گمراہ تری از حمار اہل تو، شنیدم رسول خدارا صلی اللہ علیہ وسلم کہ می گفت ایں رحمت است ایں امت را خداوندا یاد کن معاذ راء اہل معاذ را ور کسانیکہ یاد کنی ایشان را وریں رحمت انتہی۔''

اور تم کو پہلے باب میں معلوم ہو چکا ہے کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی تصدیق کی۔ پس عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے اس فعل سے احتجاج ہرگز صحیح نہیں ہے۔

عذر (۱۴)

بعض علما (مولوی اشرف علی صاحب) نے اپنے ایک فتویٰ میں لکھا ہے [1] کہ چونکہ فنائے آبادی حکم میں آبادی کے ہے۔ لہٰذا مجموعہ کو مکان واحد کہا جائے گا اس لیے میدان میں نکلنا جائز ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ بعض حدیث میں لفظ ارض مذکور ہے اور بعض میں لفظ بلد واقع ہے جیسا کہ نووی نے حکایت کیا ہے اور یہ مسلّم ہے کہ بعض حدیث بعض کی مفسر ہوا کرتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ارض سے مراد بلد ہے اور اس کی تائید درمختار کی یہ عبارت کرتی ہے۔ (جب کوئی شخص بلد سے نکلے) کیونکہ صاحب درمختار نے حکم کو بلد کے

---

[1] یہ فتویٰ، امداد الفتاویٰ (ص ۲۹۱ ج ۴) میں موجود ہے۔ (اثری)

ساتھ مقید کیا ہے اور ہر گاہ متعلق حکم کا وہی بلد واقع ہوا ہے اور بلد مع اپنے کل اجزا کے محل واحد ہے۔ جیسا کہ احکام جمعہ اور عیدین میں اعتبار کیا گیا ہے تو نکلنا شہر سے میدان میں داخل خروج نہیں ہے۔ اور بعض رسالہ میں جو ابن حجر کی تصنیفات سے ہے منقول ہے کہ ارض سے مراد محل اقامت ہے۔ جہاں طاعون واقع ہو شہر ہو یا گاؤں یا کوئی محلہ یا اور کوئی جگہ اور تمام اقلیم مراد نہیں ہے لیکن چونکہ ابن حجر علمائے شافعیہ سے ہیں اس لیے ان کا قول ہمارے لیے حجت نہیں ہے۔

جواب

یہ فتویٰ صحیح نہیں ہے۔ اس واسطے اس کا مدار تین امروں پر ہے ایک یہ کہ بعض احادیث میں جو لفظ ارض واقع ہے اس سے مراد بلد ہے۔ دوسرے یہ کہ متعلق حکم وہی بلد ہے۔ تیسرے یہ کہ فنائے بلد حکم میں بلد کے ہے۔ ان تینوں امروں سے پہلا امر صحیح نہیں اور اس کے ثبوت میں جو دلیل پیش کی گئی ہے وہ بالکل مخدوش و ناقابلِ اعتبار ہے۔

اولاً: اس وجہ سے کہ جس حدیث میں لفظ بلد واقع ہے اس کو نووی رحمہ اللہ نے بایں لفظ ذکر کیا ہے۔

الطاعون كان عذابا يبعثه الله على من يشاء فجعله رحمة للمؤمنين فليس من عبد يقع الطاعون فيمكث في بلده صابرا. الحديث.

یہ حدیث صحیح بخاری [1] کی ہے اور مقدمہ میں پوری مع ترجمہ کے مذکور ہو چکی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس حدیث کا مضمون اور ان احادیث کا مضمون جن میں لفظ ارض واقع ہے ایک نہیں۔ اس حدیث میں طاعونی مقام میں ٹھہرے رہنے کی فضیلت کا بیان ہے اور ان احادیث میں طاعونی مقام سے بھاگنے اور وہاں داخل ہونے کی ممانعت کا ذکر ہے۔ پس یہ حدیث ان احادیث کی مفسر کیونکر ہو سکتی ہے۔ اور اگر اس سے قطع نظر کی جائے اور یہ حدیث

---

[1] اور امام نووی رحمہ اللہ کا اس حدیث کو غیر صحیحین کی طرف نسبت کرنا صحیح نہیں ہے۔

ان احادیث کی مفسر ٹھہرائی جائے تو اس تقدیر پر ان احادیث میں لفظ ارض سے بلد مراد ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ تم کو مقدمہ میں معلوم ہو چکا ہے کہ اس حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ نے بھی اپنے مسند میں روایت کیا ہے اور ان کی روایت میں بجائے فی بلدہ کے فی بیتہ واقع ہے۔ اور یہ تو مسلّم ہی ہے کہ بعض روایات بعض کی مفسر ہوا کرتی ہیں پس لازم آتا ہے کہ ان احادیث میں ارض سے مراد بیت ہو وھو کما تری.

ثانیاً: اس وجہ سے کہ اس حدیث میں بلد سے خصوص بلد مراد ہونا غیر مسلم ہے کیونکہ اس میں جو فضیلت مذکور ہے ظاہر ہے کہ وہ بلد کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ پس جب خود اس حدیث میں بلد سے خصوص بلد مراد نہیں تو ان احادیث میں ارض سے خصوص بلد کیونکر مراد ہو سکتا ہے۔

ثالثاً: اس وجہ سے کہ عامۂ احادیث میں لفظ ارض ہی کا واقع ہے فقط ایک حدیث میں لفظ بلد واقع ہے۔ پس ظاہر یہ ہے کہ بلد ہی سے مراد ارض ہو اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ قرآن مجید [1] اور احادیث نبویہ میں بلد سے مطلق ارض مراد ہونا آیا ہے اور ارض سے بلد مراد ہونا نہیں معلوم ہوتا۔

رابعاً: اس وجہ سے کہ لغت میں بلد کے معنی جس طرح شہر کے آئے ہیں مطلق ارض کے بھی آئے ہیں۔ دیکھو صراح و قاموس وغیرہما اور جب عامہ احادیث میں لفظ ارض کا واقع ہے تو ظاہر ہے کہ اس حدیث میں بلد سے مطلق ارض مراد ہوگا۔ ان وجوہ اربعہ سے پہلے امر کا صحیح نہ ہونا صاف ظاہر ہو گیا اور اس پہلے امر کی عدم صحت سے دوسرے امر کی بھی عدم صحت ظاہر ہو گئی اور درمختار کی عبارت میں لفظ بلد واقع ہونے سے اس بات کی ہرگز تائید نہیں ہوتی کہ اس حدیث میں لفظ ارض سے مراد بلد ہے کیونکہ اس

---

[1] قال اللہ تعالیٰ ﴿وتحمل أثقالكم إلى بلد لم تكونوا بالغيه إلا بشق الأنفس﴾ [النحل:۷] وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تتخذوا ظهور دوابكم منابر فإن اللہ تعالیٰ ﴿ فإنما سخرها لكم لتبلغكم إلى بلد لم تكونوا بالغيه إلا بشق الأنفس﴾ الحديث رواه أبو داود .

عبارت میں بلد سے خصوص بلد مراد ہونا غیر مسلّم ہے۔ رہا تیسرا امر سواس کی صحت اگر تسلیم کی جائے تو اس کا اطلاق مسلّم نہیں۔ یعنی یہ مسلّم نہیں ہے کہ فنائے بلد ہر امر میں بلد کے حکم میں ہے، بلکہ فقط انھی امور میں بلد کے حکم میں ہے جو اہل بلد کے حوائج سے ہوں دیکھو کتب فقہ [1] اور ظاہر ہے کہ طاعون سے بھاگ کر فنائے بلد میں آنا اہل بلد کے حوائج سے نہیں کیونکہ یہ حرام وناجائز ہے اور حوائج اہل بلد سے مراد حوائج مشروعہ ہیں۔ جیسے ادائے نمازِ جمعہ وعیدین۔ پس طاعون سے بھاگنے کے بارے میں فنائے بلد کے حکم میں ہرگز نہیں ہو سکتا ان امور ثلثہ کی حقیقت ظاہر ہونے سے بعض علما کے اس فتوئ کا غیر صحیح اور غلط ہونا اچھی طرح روشن ہو گیا۔ علامہ ابن حجر مکی کا یہ قول کہ ارض سے مراد محل اقامت ہے جہاں طاعون واقع ہو۔ الخ۔ نہایت صحیح ہے جیسا کہ تم کو پہلے باب میں معلوم ہوا اور اس باب میں بھی آگے چل کر معلوم ہوگا پس علامہ ممدوح کے اس مدلل اور صحیح قول کو صرف اس وجہ سے نہ ماننا کہ وہ شافعی تھے صاف تعصب ہے۔

عذر (۱۵)

بعض علما نے لکھا ہے کہ جو شخص ضعف یقین کے سبب طاعونی مقام میں رہنے کو باعث ابتلاء بطاعون سمجھنے کا خوف کرتا ہے تو اس کو وہاں سے نکل جانا مضائقہ نہیں ہوگا۔ اس واسطے کہ وہ اپنے اسلامی اعتقاد کو بچانا چاہتا ہے اور وہ ڈرتا ہے کہ اگر وہ ٹھہرا رہے اور اس کو

---

[1] کفایہ شرح ہدایہ میں ہے۔ فإن قلت فناء المصر في حكم المصر في حق صلوة الجمعة والعيدين حتى جازت الصلوة فيه مع كون المصر شرط الجواز هذه الصلوة فكيف أعطى الفناء حكم غير المصر في حق القصر للمسافر قلنا فناء المصر إنما يلحق بالمصر فيما كان من حوائج أهل المصر وصلوة الجمعة والعيدين من حوائج أهل المصر فأما قصر الصلوة فليس من حوائج أهل المصر في حق هذا الحكم. انتهى. ۱۲

طاعون ہو جائے تو کہیں دل میں یہ اعتقاد پیدا نہ ہو جائے کہ یہاں کا ٹھہرنا طاعون میں مبتلا ہونے کا سبب ہوا اور ایسا اعتقاد مذہب اسلام میں کفر ہے ایسے اعتقاد کے پیدا ہونے سے بچنے کے لیے اور اپنے اسلامی اعتقاد کے کھوئے جانے کے خوف سے طاعونی مقام سے نکل جانے کی ممانعت حدیث میں نہیں آئی ہے، بلکہ طاعون سے بچنے کی نیت سے بھاگنے کی ممانعت آئی ہے۔

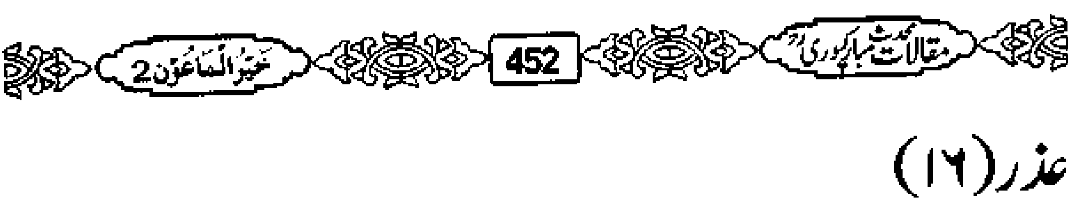
جواب

اولاً: طاعونی مقام میں رہنے کو باعث ابتلاء بطاعون سمجھنے کا خوف وہی شخص کرتا ہے جس کے دل میں پہلے ہی سے یہ کفری اعتقاد پیدا ہو چکا ہے کہ یہاں کا ٹھہرنا طاعون میں مبتلا ہونے کا سبب ہے۔ پھر یہ کہنا کہ اس کا وہاں سے نکل جانا اپنے اسلامی اعتقاد کے بچانے کے لیے ہے ایک مہمل اور بے معنی بات ہے۔ اب اس کا اسلامی اعتقاد باقی کہاں ہے جس کو وہ بچانا چاہتا ہے۔ وہ تو پہلے ہی رخصت ہو چکا ہے۔

ثانیاً: جو شخص ضعف یقین کے سبب طاعونی مقام میں رہنے کو باعث ابتلا بطاعون سمجھنے کا خوف کرتا ہے وہ ضرور طاعونی مقام سے نکل جانے کو باعث نجات من الطاعون سمجھنے کا بھی خوف کرے گا۔ یعنی وہ ضرور ڈرے گا اگر طاعونی مقام سے نکل بھاگا اور طاعون سے بچ گیا تو کہیں دل میں یہ اعتقاد پیدا نہ ہو جائے کہ طاعونی مقام سے نکل بھاگنا طاعون سے بچنے کا سبب ہوا اور ایسا اعتقاد بھی مذہب اسلام میں کفر ہے۔ پس جو عذر طاعونی مقام سے نکل جانے کے لیے سوچا گیا ہے وہی بھاگنے کی صورت میں بھی قائم ہے۔ ؎

وہی بے پردگی شیشہ میں بھی ہے
بنی ہے دختر رز پارسا کیا

پس اس عذر کے باطل ہونے میں کیا شبہ ہے۔ اس عذر کے باطل ہونے کی اور بھی کئی وجہیں عذر (١٦) کے جواب میں تم کو معلوم ہوں گی۔



عذر (۱۶)

فتاویٰ ❶ عالمگیری میں ہے: کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث (جس کسی جگہ طاعون واقع ہوتو وہاں مت جاؤ اور جب کسی جگہ واقع ہو اور تم وہاں ہوتو وہاں سے مت نکلو) کی امام طحاوی رحمہ اللہ نے مشکل الآثار میں یہ تاویل کی ہے کہ جب کسی شخص کی یہ حالت ہو کہ اگر وہ طاعونی مقام میں داخل ہو اور مبتلائے طاعون ہو تو اس کے خیال میں یہ آئے کہ طاعونی مقام میں داخل ہونے سے ہم طاعون میں مبتلا ہوئے اور اگر طاعونی مقام سے نکلے اور طاعون سے بچے تو اس کے خیال میں آئے کہ ہم نکلنے کی وجہ سے بچے تو ایسے شخص کو طاعونی مقام میں نہ داخل ہونا چاہیے اور نہ وہاں سے نکلنا چاہیے۔ تاکہ اس کا اعتقاد محفوظ رہے لیکن جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ ہر شے اللہ کی قدر سے ہے اور اس کو کچھ نہیں پہنچے گا مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے اس کے واسطے لکھ رکھا ہے تو ایسے شخص کو طاعونی مقام سے نکلنے اور وہاں داخل ہونے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ اور درمختار ❷ میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔ پس امام طحاوی رحمہ اللہ کی تاویل سے معلوم ہوا کہ طاعونی مقام سے نکلنا اور وہاں داخل ہونا ضعیف

---

❶ عبارته هكذا وعن عبدالرحمن بن عوف عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال إذاوقع الرجز بأرض فلا تدخلوها وإذا وقع وأنتم فيها فلا تخرجوا عنها والرجز العذاب والمرادمنه الوباء ههنا وذكر الطحاوى في مشكل الآثار هذاالحديث فقال تأويله أنه إذا كان بحال لودخل وابتلى به وقع عنده أنه ابتلى بدخوله ولو خرج ونجى وقع عنده أنه نجى بخروجه فلا يدخل ولا يخرج صيانة لاعتقاده فأما إذا يعلم أن كل شيء بقدرالله وأنه لا يصيبه إلا ما كتبه الله فلا بأس بأن يدخل ويخرج. كذافي الظهيرية انتهى. ١٢

❷ عبارته هكذا و إذا خرج من بلدة بها طاعون فإن علم أن كل شيء بقدر الله فلا بأس بأن يدخل و يخرج و إن كان عنده أنه لوخرج نجى ولو دخل ابتلى به كره له ذلك فلا يدخل ولا يخرج صيانة‌لا اعتقاده وعليه حمل النهي في الحديث الشريف انتهى. ١٢

الاعتقاد لوگوں کے واسطے منع ہے اور راسخ الاعتقاد لوگوں کے واسطے جائز ہے۔

جواب

امام طحاوی رحمہ اللہ نے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث کی جو تاویل کی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ اولاً: اس وجہ سے کہ اس حدیث میں لفظ **فلا تدخلوا** اور **فلا تخرجوا** الفاظ عموم سے ہے۔ پس اس حدیث سے ہر مسلمان کے واسطے (ضعیف الاعتقاد ہو خواہ راسخ الاعتقاد) طاعونی مقام میں داخل ہونے اور وہاں سے نکلنے کی ممانعت ہے۔ پس اس حدیث کے حکمِ عام سے راسخ الاعتقاد لوگوں کے خارج کرنے کے لیے کوئی دلیل صحیح ہونی چاہیے۔ اور امام طحاوی رحمہ اللہ نے اپنی اس تاویل کی جو وجہ لکھی ہے وہ بالکل مخدوش و ناقابلِ اعتماد ہے۔ کیونکہ جس طرح ضعیف الاعتقاد لوگوں کے واسطے طاعونی مقام سے نکلنا ان کے اعتقاد میں خلل آنے کا باعث ہے اسی طرح طاعونی مقام میں ان کا ٹھہرے رہنا بھی ان کے اعتقاد میں خلل آنے کا باعث ہوگا۔ کیونکہ اگر وہ ٹھہرے رہے اور مبتلائے طاعون ہو گئے تو ان کے خیال میں آئے گا کہ اگر ہم یہاں سے نکل گئے ہوتے تو بچ جاتے پس امام طحاوی نے جو وجہ لکھی ہے اگر صحیح ہو تو لازم آتا ہے کہ ضعیف الاعتقاد لوگوں کو طاعونی مقام میں ٹھہرے رہنا بھی ممنوع و ناجائز ہو **واللازم باطل فالملزوم مثله**.

ثانیاً: اس وجہ سے کہ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم ضرور راسخ الاعتقاد تھے اور اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ **فلا تخرجوا** اور **فلا تدخلوا** کے مخاطب بالاصالۃ صحابہ رضی اللہ عنہم ہی تھے۔ پس اگر راسخ الاعتقاد لوگوں کے واسطے طاعونی مقام سے نکلنا اور وہاں داخل ہونا جائز ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ضرور صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرما دیتے کہ آپ لوگ **فلا تدخلوا** اور **فلا تخرجوا** کے حکم سے خارج ہیں۔ حالانکہ کسی روایت سے یہ ثابت نہیں۔

ثالثاً: اس وجہ سے کہ کچھ بعید نہیں ہے کہ کوئی راسخ الاعتقاد اپنے نفس پر اعتماد کر کے طاعونی مقام میں جائے اور طاعون کی نہایت شدت اور موتوں کی بہت کثرت دیکھ کر اس کا

نفس اس سے بے وفائی کر جائے اور اسے دھوکا دیدے اور اس کے اعتقاد میں خلل آ جائے۔ چنانچہ علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ نے طاعونی مقام میں داخل ہونے کی ممانعت کی یہی وجہ لکھی ہے آپ لکھتے ہیں: ''طاعونی مقام میں داخل ہونا اپنے نفس کو بلا پر پیش کرنا ہے اور شاید اس کا نفس طاعون پر صبر نہ کر سکے نیز طاعونی مقام میں داخل ہونے میں صبر اور توکل کا دعویٰ پایا جاتا ہے پس وہاں داخل ہونے کی ممانعت کر دی گئی۔ تاکہ لوگ نفس کے دھوکے میں پڑنے سے بچیں اور اس کے ایسے امر کے دعویٰ سے بچیں کہ جس پر جانچ اور امتحان کے وقت ثابت نہ رہیں۔'' انتھی کلامہ۔ پس جب راسخ الاعتقاد لوگوں کے اعتقاد میں بھی خلل آنے کا احتمال ہے تو پھر ان لوگوں کے لیے طاعونی مقام میں داخل ہونا کیونکر جائز ہو سکتا ہے اور امام طحاویؒ کی تاویل کیونکر صحیح ہو سکتی ہے۔

رابعاً: اس وجہ سے کہ اس تاویل کی بنیاد اس بات پر ہے کہ دخول وخروج کی ممانعت کی علت صیانتِ اعتقاد ہے۔ لیکن اس علت کا متعین ہونا کسی دلیل صحیح سے ثابت نہیں اور اہلِ علم نے اس ممانعت کی متعدد علتیں نکالی ہیں۔ لیکن کوئی علت خدشہ سے خالی نہیں۔ جیسا کہ تم کو عذر (۱۷) کے جواب میں معلوم ہوگا۔ پس اس ممانعت کی علت صیانتِ اعتقاد ٹھہرانا اور اسی بنا پر راسخ الاعتقاد لوگوں کے لیے دخول وخروج کو جائز بتانا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

واضح ہو کہ حافظ عبدالعظیم منذری رحمہ اللہ نے تلخیص السنن میں بعض اہلِ علم سے نقل کیا ہے کہ طاعونی مقام سے نکلنے اور وہاں داخل ہونے کی ممانعت کی علت یہ ہے کہ لوگ فتنہ میں پڑنے سے محفوظ رہیں۔ یعنی تاکہ لوگوں کو اس بات کا گمان نہ ہونے پائے کہ فلاں شخص طاعونی مقام میں گیا اس وجہ سے ہلاک ہو گیا اور فلاں شخص طاعونی مقام سے بھاگا اس وجہ سے طاعون سے بچ گیا۔ سو بعض اہل علم کے اس کلام کا جواب اس سولھویں عذر کے جواب سے، نیز عذر (۱۵) کے جواب سے ظاہر ہے۔ **كما لا يخفى على المتأمل الصادق.**

عذر (۱۷)

طاعونی مقام سے بھاگنے کی ممانعت کی علت یہ ہے کہ اگر صحیح لوگ بھاگ جائیں گے تو طاعونی مریضوں کی تیمارداری اور طاعونی مردوں کی تجہیز و تکفین نہیں ہو سکے گی۔ پس اگر یہ علت ممانعت پائی جائے گی تو بھاگنا ممنوع ہوگا۔ و إلاّ فلا.

جواب

امام غزالی رحمہ اللہ وغیرہ اہلِ علم نے طاعونی مقام سے فرار کرنے اور وہاں داخل ہونے کی ممانعت کی مختلف علتیں تجویز کی ہیں۔ لیکن ان میں سے کوئی علت خدشہ سے پاک نہیں ہے۔ ہر ایک علت پر کوئی نہ کوئی خدشہ ضرور ہوتا ہے اسی وجہ سے بعض اہلِ علم نے اس ممانعت کو تعبدی قرار دیا ہے۔ علامہ شہاب آلوسی تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں:

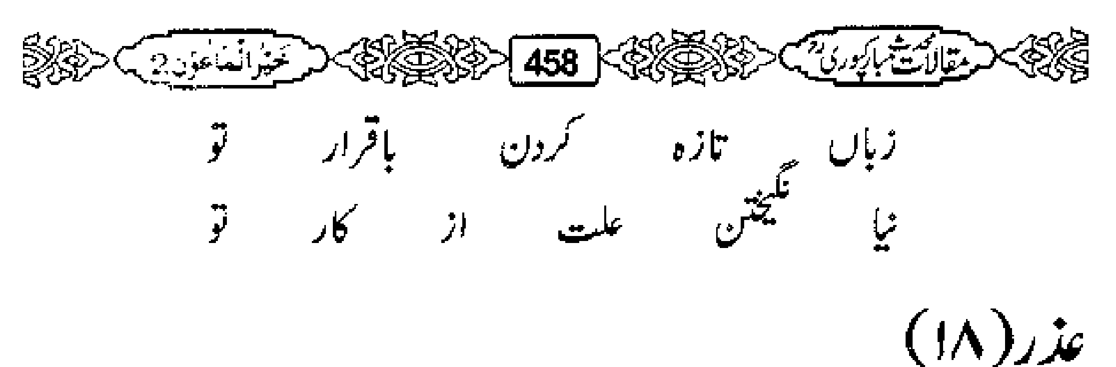
واختلفوا في علة النهي فقيل هي أن الطاعون إذا وقع في بلد مثلاً عم جميع من فيه بمداخلة سببه فلا يفيد الفرار منه بل إن كان أجله قد حضر فهو ميت و ..... إلا فلا، و إن أقام فتعينت الإقامة لما في الخروج من العبث الذي لا يليق بالعقلاء واعترض منع عمومه إذا وقع في بلد جميع من فيه بمداخلة سببه ولو سلم فالوباء مثله في أن الشخص الذي في بلده إن كان أجله قد حضر فهو ميت، وإن رحل وإلا فلا، وإن أقام مع أنهم جوزوا الفرار منه، وقيل هي أن الناس لو تواردوا على الخروج لضاعت المرضى العاجزون عن الخروج لفقد من يتعهدهم والموتى لفقد من يجهزهم وأيضاً في خروج الأقوياء كسر قلوب الضعفاء عن الخروج، وأيضاً أن الخارج يقول لو لم أخرج لمت، والمقيم يقول لو خرجت لسلمت، فيقعان في اللّو المنهي عنه، واعترض كل ذلك بأنه



موجود في الفرار عن الوباء أيضاً وكذا الداء الحادث ظهوره المعروف بين الناس بأبي زوعة الذى أعيا الأطباء علاجه ولم ينفع فيه التحفظ والعزلة على الوجه المعروف في الطاعون وقيل هي أن للميت به وكذاللصابر المحتسب المقيم في محله وإن لم يمت به أجر شهيد، وفي الفرار إعراض عن الشهادة وهو محل التشبيه في حديث عائشة رضي الله عنها عند بعض، واعترض بأنه قد صح أنه صلى الله عليه وسلم مر بحائط مائل فأسرع، ولم يمنع أحد من ذلك، وكذا من الفرار من الحريق مع أن الميت بذلك شهيد أيضاً وذهب بعض العلماء إلى أن النهي تعبدي وكأنه لمارأى أنه لا تسلم علة له عن الطعن قال ذلك ولهم في ذلك رسائل عديدةفمن أراد استيفاء الكلام فيها فليرجع إليها انتهى.

حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ ''طاعونی مقام سے فرار کی ممانعت کی علت میں علماء مختلف ہیں۔ بعض نے کہا کہ اس کی علت یہ ہے کہ جب کسی شہر میں طاعون واقع ہوتا تو اس کے سبب کے مداخلت کی وجہ سے تمام شہر والوں کو عام ہو جاتا ہے۔ پس وہاں سے بھاگنا کچھ مفید نہیں ہوتا، بلکہ جس کی موت حاضر ہو چکی ہے وہ ضرور مرنے والا ہے اگر چہ وہ بھاگ جائے اور اگر موت حاضر نہیں ہوئی ہے تو وہ ہرگز مرنے والا نہیں اگر چہ وہ ٹھہرا رہے۔ پس ٹھہرے رہنا ہی متعین ہے، کیونکہ نکل بھاگنا عبث کام ہے جو عقل کے لائق نہیں۔ اس علت پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ بات کہ ''جب کسی شہر میں طاعون ہوتا ہے تو اس کے سبب کے مداخلت کی وجہ سے تمام شہر والوں کو عام ہو جاتا ہے۔'' غیر مسلم ہے اور اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے تو وبا بھی تو موت کے حاضر ہونے سے مرنے اور موت کے حاضر ہونے سے نہ مرنے کے بارے میں طاعون ہی کے مثل ہے حالانکہ وبا سے بھاگنے کو علماء نے جائز بتایا ہے۔ اور بعضوں نے کہا کہ ممانعت کی علت یہ ہے کہ اگر تمام لوگ طاعونی

مقام سے نکل بھاگیں گے تو مریض اور مردے ضائع ہو جائیں گے کیونکہ مریضوں کی تیمارداری کون کریگا اور مردوں کی تجہیز وتکفین کیوں کر ہوگی۔ نیز ایک علت یہ ہے کہ قوی لوگوں کے نکلنے میں ان ضعیفوں کی دل شکنی ہوگی جو نکلنے سے عاجز ہیں نیز ایک علت یہ ہے کہ بھاگنے والا کہے گا کہ اگر میں نہ بھاگتا تو مرجاتا اور ٹھہرنے والا کہے گا کہ اگر میں بھاگتا تو بچ جاتا۔ پس یہ دونوں ''لو'' میں پڑیں گے جو ممنوع ہے۔ ان سب علتوں پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ سب علتیں وبا سے بھاگنے میں بھی پائی جاتی ہیں نیز یہ علتیں اس بیماری میں بھی پائی جاتی ہیں جو لوگوں میں ابوزوعہ کے نام سے مشہور ہے جس کا ظہور اب ہوا ہے جس کے علاج سے اطبا عاجز آگئے ہیں اور طاعون کی طرح اس میں بھی حفاظت اور کنارہ کشی سے کچھ نفع نہیں ہوتا۔ اور بعضوں نے کہا کہ طاعون میں مرنے والے کو نیز طاعونی مقام میں صبر کے ساتھ ٹھہرنے والے کو ایک شہید کا ثواب ہے اور طاعونی مقام سے بھاگنے میں اس شہادت سے اعراض کرنا ہے۔ اس علت پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک جھکی ہوئی دیوار کے پاس گزرے پس آپ نے تیز روی فرمائی، اور اس بات سے کوئی شخص منع نہیں کیا گیا ہے اور اسی طرح حریق سے بھی بھاگنا ممنوع نہیں ہے۔ حالانکہ اس میں بھی مرنے والا شہید ہوتا ہے اور بعض علماء نے کہا کہ طاعونی مقام سے بھاگنے کی ممانعت تعبدی ہے اور گویا ان بعض علماء نے جب دیکھا کہ کوئی علت خدشہ سے سالم نہیں تو اسی وجہ سے اس ممانعت کو تعبدی قرار دیا۔'' پس جب معلوم ہوا کہ علماء کی تجویز کی ہوئی علتیں کل کی کل مخدوش ہیں اور ساتھ اس کے ان علتوں سے کوئی بھی ایسی علت نہیں ہے جس کی تصریح کسی حدیث صحیح میں آئی ہو تو ان علتوں میں سے کسی خاص علت کو متعین کر کے اس کی بنا پر طاعونی مقام سے نکلنے اور وہاں داخل ہونے کو جائز بتانا کیونکر صحیح ہوگا۔ اور جب ہم ممانعت کی متعدد حدیثیں صحیح اور صریح دیکھ چکے تو ہمیں اس کی علت تلاش کرنے کی نہ کوئی ضرورت ہے اور نہ کسی غیر معصوم کی تجویز کی ہوئی علت پر کامل اطمینان اور پورا بھروسہ کر کے ان احادیث کے خلاف عمل کرنا جائز ہے، بلکہ ہم کو انھیں احادیث کا ماننا اور انھیں کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے۔ ولنعم ما قیل ؎



زباں تازہ کردن باقرار تو
نیا نگیختن علت از کار تو

عذر (۱۸)

حدیث إذا سمعتم به بأرض فلا تقدموا عليه وإذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا فرارا منه میں لفظ ارض سے ملک مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ جب کسی ملک میں طاعون سنو تو اس ملک میں مت جاؤ اور جب کسی ملک میں طاعون واقع ہو اور تم اس ملک میں ہو تو اس ملک سے بھاگ کر مت نکلو۔ پس جب کسی ملک کے کسی مقام میں طاعون واقع ہو تو اس طاعونی مقام سے اس ملک کے ہر غیر طاعونی مقام میں نکل بھاگنا جائز ہے ہاں اس ملک سے کسی دوسرے ملک میں بھاگنا البتہ ممنوع و ناجائز ہے۔ مثلاً ملک ہندوستان کے ایک مقام بمبئی میں طاعون واقع ہو تو ہندوستان کے ہر غیر طاعونی مقام لکھنؤ، بنارس، اعظم گڑھ، پٹنہ وغیرہ میں بمبئی سے بھاگ کر جانا جائز ہے۔ ہاں ہندوستان سے بھاگ کر ملک فارس یا ملک عرب میں یا کسی اور ملک میں جانا ممنوع ہے اور اسی طرح جب کسی ملک کے کسی مقام میں طاعون ہو تو اس ملک کے ہر مقام میں داخل ہونا ممنوع ہے۔

جواب

یہ عذر سراسر باطل اور محض غلط ہے۔ کیونکہ اس کا مدار اس بات پر ہے کہ حدیث مذکور میں ارض سے مراد ملک ہے اور یہ بات کسی دلیل صحیح سے ہرگز ہرگز ثابت نہیں، بلکہ اس کا بطلان ثابت ہے۔ دیکھو پہلا باب۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے سلف وخلف سے کوئی اس کا قائل نہیں ہے کہ حدیث مذکور میں ارض سے مراد ملک ہے۔ اب یہاں بھی اس کے بطلان کی چند وجہیں لکھی جاتی ہیں۔ پس بغور سنو! ایک وجہ یہ ہے کہ شرع سے ملک کی کوئی تحدید ثابت نہیں نہ رسول اللہ ﷺ سے کوئی تحدید منقول ہے اور نہ کسی صحابی سے اور کسی آیت یا حدیث میں ارض سے ملک مراد ہونا بھی ثابت نہیں۔ پس حدیث مذکور میں ارض سے مراد ملک کیونکر ہو سکتا ہے، اور ایک وجہ یہ ہے کہ جب کسی ملک کے کسی شہر یا کسی گاؤں میں

طاعون ہوتا ہے تو وہاں کے لوگ آس پاس کے میدانوں اور باغوں میں بھاگتے ہیں یا اسی ملک کے کسی دوسرے مقام میں چلے جاتے ہیں۔ لیکن ایسا نہیں کرتے کہ اس ملک کو چھوڑ کر کسی دوسرے ملک میں بھاگ جائیں۔ مثلاً ہندوستان کے کسی مقام میں طاعون ہو تو وہاں کے لوگ ملک عرب یا ملک فارس میں نہیں بھاگیں گے، پس اگر حدیث مذکور میں ارض سے ملک مراد لیا جائے تو ظاہر ہے کہ طاعونی مقام سے کسی دوسرے ملک میں بھاگنے کی ممانعت بالکل بے معنی ٹھہرتی ہے۔ اور ایک وجہ یہ ہے کہ حدیث مذکور میں ارض سے اگر ملک مراد لیا جائے تو اس تقدیر پر لازم آتا ہے کہ اگر کسی سال ملک عرب کی کسی چھوٹی سے چھوٹی بستی میں بھی طاعون واقع ہو تو دنیا بھر کے تمام لوگوں کو اس سال فریضۂ حج ادا کرنے کے لیے جانا ممنوع و ناجائز ہو اور جتنی مدت تک ملک عرب کے کسی مقام میں طاعون باقی رہے اتنی مدت تک ملک عرب کے سوا باقی کسی اور ملک کے لوگ حج کی واسطے نہ جا سکیں وهو كما ترى.

اور ایک وجہ یہ ہے کہ پہلے باب میں طاعون سے نہ بھاگنے کے متعلق جو حدیثیں نقل کی گئی ہیں ان میں بعض کے الفاظ یہ ہیں: الفار من الطاعون كالفار من الزحف والصابر فيه له أجر شهيد. اور بعض میں بجائے ''الصابر فيه'' کے ''المقيم فيها'' واقع ہوا ہے اور بعض کے الفاظ یہ ہیں: وإذا أصاب الناس موت وأنت فيهم فاثبت. اور بعض میں لا يخرج من البلدة اور بعض میں فيمكث في بيته واقع ہے۔ یہ الفاظ بمجموعها نص صریح ہیں اس امر پر کہ جس مقام میں طاعون ہو اسی طاعونی مقام میں صبر کرنا اور مقیم رہنا چاہیے۔ اور وہاں سے نکلنا جائز نہیں ہے۔ پس ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ حدیث مذکور میں ارض سے ملک مراد نہیں ہے اور جس نے ارض سے ملک مراد لیا ہے سخت غلطی کی ہے اور ایک وجہ یہ ہے کہ جب عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو طاعون سے وادیوں اور گھاٹیوں میں بھاگنے کو کہا تو شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے ان پر انکار کیا اور حدیث مذکور کو استدلال میں پیش کیا۔ كما تقدم في الباب الأول. پس اگر حدیث مذکور میں ارض سے ملک مراد ہوتا تو شرحبیل رضی اللہ عنہ عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ پر ہرگز انکار نہ فرماتے اور ایک وجہ یہ ہے کہ اصل مقصود شارع کا طاعون سے بھاگنے اور طاعون میں داخل ہونے کو منع کرنا ہے اور

لفظ ارض مناط حکم نہیں ہے۔ اصل حکم ممانعت کے اعتبار سے لفظ ارض کا ذکر وعدم ذکر دونوں برابر ہے اس مدعا کے ثبوت کے لیے حدیث **الفار من الطاعون كا لفار من الزحف** واضح دلیل ہے اور حدیث مذکور سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے، کیونکہ جملہ **فلا تقدموا عليه** اور **فلا تخرجوا فرارا منه** میں **عليه** اور **منه** کی ضمیر ارض کی طرف نہیں راجع ہے، بلکہ طاعون کی طرف راجع ہے **كما لا يخفى على المتأمل** اور مطلب یہ ہے کہ جب کسی زمین میں طاعون سنو تو اس طاعون میں نہ جاؤ اور جب کسی زمین میں طاعون واقع ہو اور تم اس زمین میں ہو تو اس طاعون سے بھاگ کر مت نکلو۔ اور اس مدعا کے ثبوت کے لیے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی یہ روایت **فإذا سمعتم به بأرض فلا تدخلوها عليه أخرجه مسلم.** یعنی ''جب تم کسی زمین میں طاعون سنو تو اس زمین میں اس طاعون پر مت داخل ہو'' نص صریح ہے پس اصل ممانعت طاعون سے بھاگنے اور اس میں داخل ہونے کی ہے اور لفظ ارض کو اس حکمِ ممانعت میں کچھ دخل نہیں ہے تو ارض سے ملک مراد لینا اور اس حکمِ ممانعت کو ملک کے ساتھ مقید کرنا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔ ان وجوہ سے صاف طور پر واضح ہے کہ حدیث مذکور میں ارض سے ملک مراد لینا سراسر باطل ہے۔ اور جب ارض سے ملک مراد لینا باطل ہے تو اس عذر کا مردود و باطل ہونا بھی صاف طور پر واضح ہوگیا۔ رہی یہ بات کہ حدیث مذکور میں ارض سے ملک مراد نہیں ہے تو اس سے علمائے سلف وخلف کے نزدیک کیا مراد ہے سو واضح ہو کہ ارض سے مراد ہر وہ جگہ ہے جہاں طاعون واقع ہو۔ شہر ہو خواہ قریہ خواہ کوئی محلّہ کیونکہ حدیث مذکور میں لفظ ارض باطلاقہ ہر طاعونی جگہ کو شامل ہے اور حدیث **الفار من الطاعون. الخ** وغیرہ سے بھی یہی ثابت ہے دیکھو پہلا باب۔

عذر (۱۹)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ طاعون سے بھاگے ہیں اور لوگوں کو طاعون سے بھگایا ہے۔
صحیحین میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ سے ملک شام کو روانہ ہوئے جب موضع سرغ میں پہنچے تو وہاں سنا کہ شام میں طاعون ہے۔ پھر وہیں سے مدینہ کو واپس چلے آئے اور

شام میں نہیں گئے۔اس روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طاعون سے بھاگنا ثابت ہوا، شرح معانی الآثار (ص ۱۴۱۴ ج ۲) میں طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا جبکہ شام میں طاعون ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو اس مضمون کا خط لکھا کہ جب تمھارے پاس میرا یہ خط پہنچے تو میں تم کو تاکید کرتا ہوں کہ اگر صبح کو پہنچے تو شام نہ کرنا یہاں تک کہ سوار ہو جانا اور اگر شام کو پہنچے صبح نہ کرنا یہاں تک کہ سوار ہو کر میری طرف روانہ ہو جانا کیونکہ مجھے تم سے ایک ایسی ضرورت پیش آئی ہے کہ اس میں مجھ کو تم سے بے نیازی نہیں ہے۔ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے جب اس خط کو پڑھا تو کہا کہ امیر المؤمنین اس شخص کو باقی رکھنا چاہتے ہیں جو باقی رہنے والا نہیں ہے پھر ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا کہ میں مسلمانوں کے ایک لشکر میں ہوں ان کو چھوڑ کر میں نہیں آسکتا اور میں نے امیر المؤمنین کی ضرورت کو معلوم کر لیا پس آپ اپنے عزم سے مجھے معاف فرمائیے۔ جب یہ جواب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو رونے لگے۔آپ سے کہا گیا کیا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی؟ آپ نے کہا نہیں۔اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو لکھا تھا کہ اردن نشیب اور عمیق ہے اور جابیہ پاکیزہ زمین ہے اس لیے مسلمانوں کو اردن سے اٹھا کر جابیہ میں لے جاؤ۔پس مجھ سے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ چلو اور مسلمانوں کے لیے اترنے کی جگہ تجویز کرو۔تو میں نے کہا کہ میں اس کو نہیں کرسکتا ہوں۔پس ابو عبیدہ؄ سوار ہونے لگے اور مجھ سے کہا کہ لوگوں کو روانہ کرو پھر ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو طاعون ہوا اور وہ مر گئے اور طاعون مرتفع ہو گیا۔اس روایت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا لوگوں کو طاعون سے بھگانا ثابت ہوا اس واسطے کہ جس ضرورت سے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو نہایت تاکید کے ساتھ طلب کیا تھا وہ ضرورت یہی تھی کہ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ شام سے جو طاعونی جگہ تھی بھاگ آئیں۔اور جو اردن سے مسلمانوں کو اٹھا کر جابیہ میں لے جانے کو لکھا تھا سو اس کی وجہ یہی تھی کہ اردن میں طاعون تھا۔پس جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود طاعون سے بھاگے ہیں اور لوگوں کو طاعون سے بھگایا ہے تو طاعون سے بھاگنے کے جائز ہونے میں بھلا کوئی شبہ ہوسکتا ہے۔

جواب

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہ خود طاعون سے بھاگے ہیں اور نہ طاعون سے کسی کو بھگایا ہے۔ جو لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف طاعون سے بھاگنے یا بھگانے کی نسبت کرتے ہیں وہ سراسر غلط نسبت کرتے ہیں اور صریح تہمت لگاتے ہیں۔ شرح معانی الآثار (ص ۳۸۰ ج ۲) میں ہے:

عن زيد بن أسلم عن أبيه قال: قال عمر بن الخطاب: اللهم إن الناس يخلون❶ ثلث خصال وأنا أبرأ إليك منهن، زعموا أني فررت من الطاعون وأنا أبرأ إليك من ذلك، وأني أحللت لهم الطلاء وهو الخمر وأنا أبرأ إليك من ذلك، وأني أحللت لهم المكس وهو النجس وأنا أبرأ إليك من ذلك.

یعنی ''زید بن اسلم سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ! لوگ مجھ پر تین باتوں کی تہمت لگاتے ہیں اور میں تیری طرف ان تینوں باتوں سے براءت ظاہر کرتا ہوں۔ لوگوں نے گمان کیا کہ میں طاعون سے بھاگا ہوں اور میں اس سے تیری طرف براءت ظاہر کرتا ہوں اور لوگوں نے گمان کیا کہ میں نے ان کے لیے شراب حلال کر دی ہے اور میں اس سے تیری طرف براءت ظاہر کرتا ہوں اور لوگوں نے گمان کیا کہ میں نے ان کے واسطے مکس حلال کر دیا ہے اور میں اس سے تیری طرف براءت ظاہر کرتا ہوں۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری [ص ۱۸۷ ج ۱۰] میں اس روایت کی سند کو صحیح کہا ہے۔ اس روایت سے صاف معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہ خود طاعون سے بھاگے ہیں اور نہ کسی کو طاعون سے بھگایا ہے۔ ان کی طرف طاعون سے بھاگنے یا بھگانے کی نسبت کرنا

---

❶ ن: یحلونی

ان پر صریح اتہام ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو شام میں طاعون ہونے کی خبر سن کر مقام سرغ سے مدینہ کو واپس چلے آئے، سو اس کو طاعون سے بھاگنا خیال کرنا سخت غلطی کرنا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ طاعون سے ہرگز نہیں بھاگے تھے، بلکہ عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث پر عمل کیا تھا۔ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ مکی زواجر میں لکھتے ہیں:

وقد عمل عمر والصحابة بمتقضى هذا الحديث (أى حديث عبد الرحمن بن عوف) لما رجعوا من سرغ حين أخبرهم به ابن عوف انتهى.

یعنی ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث پر عمل کیا جبکہ مقام سرغ سے واپس ہوئے جس وقت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث کی خبر دی۔''

اور اس کا مفصل بیان پہلے باب میں ہو چکا ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو بذریعہ تاکیدی خط کے جس ضرورت کے واسطے طلب کیا تھا ظاہر یہ ہے کہ وہ ضرورت یہ نہ تھی کہ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ طاعون سے بھاگیں اور اس کی دلیل میں وہی شرح معانی الآثار کی روایت مذکورہ ہے، کیونکہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ طاعون سے بھاگنے کو اپنے لیے ناجائز سمجھتے تھے اور لوگوں کے اس اتہام سے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ طاعون سے بھاگے ہیں نہایت ناخوش اور سخت بیزار ہوئے۔ یہاں تک کہ جناب الٰہی میں اس اتہام سے اپنی بیزاری اور براءت ظاہر کی اور ساتھ اس کے مقام سرغ میں عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے طاعونی جگہ سے طاعون سے بھاگنے کے ارادہ سے نکلنے کو ممنوع اور ناجائز ہونے کی حدیث بھی سن چکے تھے تو کیونکر ہوسکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو جس ضرورت کے واسطے بذریعہ تاکیدی خط کے طلب کیا تھا وہ ضرورت یہی تھی کہ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ طاعون سے بھاگ آئیں۔ حاشا و کلا. علاوہ بریں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو جو خط لکھا تھا اس کے کسی لفظ سے یہ بات نکلتی بھی نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غرض ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے بلانے سے یہ تھی کہ وہ طاعون سے بھاگ آئیں۔ خط کے الفاظ ہیں:

إذا أتاك كتابي هذا فإني أعزم عليك ان أتاك مصبحا
لاتمسي حتى تركب وإن أتاك ممسيالا تصبح حتى تركب إلي
فقد عرضت لي إليك حاجة لا غنائي عنك فيها (طحاوی)

یعنی ''جب میرا یہ خط تمھارے پاس پہنچے تو میں تم کو تاکید کرتا ہوں کہ اگر صبح کو پہنچے تو شام نہ کرنا یہاں تک کہ سوار ہو جانا اور اگر شام کو پہنچے تو صبح نہ کرنا یہاں تک کہ میری طرف سوار ہو کر روانہ ہو جانا۔ کیونکہ مجھے ایک ایسی ضرورت پیش آئی ہے کہ اس میں مجھ کو تم سے بے نیازی نہیں ہے۔''

دیکھو اس خط سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے کوئی خاص ایسی ضرورت تھی کہ جس کی وجہ سے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں فی الفور حاضر ہونا نہایت ضروری تھا اور اس خط سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ جس ضرورت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو طلب کیا تھا وہ یہ تھی کہ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ طاعون سے بھاگ آئیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا کہ مسلمانوں کو اردن سے اٹھا کر جابیہ میں لے جاؤ۔ سو اس لکھنے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقصود طاعون سے فرار کرانا ہرگز نہیں تھا اور اس پر دلیل وہی شرح معانی الآثار کی روایت مذکورہ ہے۔ رہی یہ بات اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقصود طاعون سے فرار کرانا نہیں تھا تو پھر کس ضرورت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حکم نافذ فرمایا تھا۔ سو واضح ہو کہ اردن کی زمین جہاں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے لشکر کو اُتارا تھا لشکر کے ٹھہرنے کے قابل ہرگز نہ تھی۔ کیونکہ وہ پانی سے قریب اور عمیق اور نمناک تھی۔ جو لشکر کی صحت اور تندرستی میں بہت نقصان پہنچانے والی تھی۔ اور جابیہ کی زمین پانی سے دور اور عمدہ اور پاکیزہ تھی اور ظاہر ہے کہ لشکر کی صحت اور تندرستی کا محفوظ رکھنا نہایت ضروری امر ہے۔ اسی ضرورت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اردن سے جابیہ میں لشکر لے جانے کا حکم نافذ فرمایا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو جن لفظوں میں خط لکھا تھا اس کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس طرح نقل کیا ہے: أما بعد فإنك نزلت بالمسلمين أرضا

غميقة ❶ فارفعهم إلى أرض نزهة یعنی بعد حمد وصلوٰۃ کے معلوم ہوا کہ تم نے مسلمانوں کو ایسی زمین میں اُتارا ہے جو پانی سے قریب اور نمناک ہے۔ سو تم ان لوگوں کو کسی ایسی زمین میں لے جاؤ جو پانی سے دور اور پاکیزہ ہو اور امام طحاوی رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس خط کو بایں لفظ نقل کیا ہے: إن الأردن أرض عمقة وإن الجابية أرض نزهة فانهض بالمسلمين الى الجابية. یعنی اردن کی زمین عمیق ہے اور جابیہ کی زمین پانی سے دور اور پاکیزہ ہے۔ سو تم مسلمانوں کو اردن سے اٹھا کر جابیہ میں لے جاؤ۔ پھر امام طحاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

> فهذا عمر يخبر أنه يبرأ إلى الله أن يكون فر من الطاعون فدل ذلك أن رجوعه كان لأمر آخر غير الفرار وكذلك ما أراد بكتابه إلى أبى عبيدة أن يخرج هو ومن معه من جند المسلمين إنما هو لنزاهة الجابية وعمق الأردن انتهى.

(شرح معانی الآثار: ص ۴۱۸ ج ۲)

حاصل اس کا یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جناب الٰہی میں فرار من الطاعون سے اپنی براءت ظاہر کر رہے ہیں۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا (سرغ سے) واپس چلا آنا فرار کے سوا کسی اور وجہ سے تھا اور اسی طرح ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو جو خط لکھا تھا کہ مسلمانوں کو اٹھا کر جابیہ میں لے جاؤ۔ سو اس لکھنے کی وجہ کچھ نہیں تھی۔ مگر یہی کہ اردن کی زمین عمیق تھی اور جابیہ کی زمین پانی سے دور اور پاکیزہ تھی۔ الحاصل اردن سے مسلمانوں کو اٹھا کر جابیہ میں لے جانے کو جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا اس کی وجہ طاعون سے بھگانا ہرگز نہیں ہے اور نہ یہ وجہ خط کے کسی لفظ سے نکلتی ہے، بلکہ جس ضرورت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حکم نافذ فرمایا تھا وہ اسی خط میں بتصریح مذکور ہے جو ابھی بیان کی گئی، یہی وجہ ہے کہ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اس خط کو دیکھتے

---

❶ قال الحافظ [الفتح: ص ۱۸۸ ج ۱۰] قوله غميقة بغين معجمة وقاف بوزن عظيمة أى قريبة من المياه والنزوز.

ہی اس حکم کی تعمیل کے واسطے بلا تامل اسی وقت مستعد ہو گئے اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ چلو اور مسلمانوں کے ٹھہرنے کے واسطے جابیہ میں جگہ تجویز کرو۔ پھر اس کے لیے خود سوار ہوئے۔ اور اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس حکم کی وجہ طاعون سے بھگانا ہوتا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ہرگز اس حکم کی تعمیل نہ کرتے، کیونکہ وہ طاعون سے بھاگنے کو کسی طرح جائز نہیں سمجھتے تھے۔ دیکھو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کس قدر سخت تاکید سے ان کو طلب کیا تھا، مگر چونکہ خط پڑھ کر ان کے خیال [1] میں یہ بات گذری کہ طاعون کے ڈر سے مجھے طلب کیا ہے اور اپنے اس خیال کو لوگوں سے ان لفظوں میں تعبیر کیا: إن أمير المؤمنين أراد أن يستبقي من ليس بباق. (طحاوی) یعنی ''امیر المؤمنین (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) نے اس شخص کو باقی رکھنا چاہا ہے جو باقی رہنے والا نہیں ہے۔'' پس باوجود اس سخت تاکید کے بھی اس حکم کی تعمیل نہیں کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے اور اس طاعونی مقام میں ٹھہرے رہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان لفظوں میں جواب لکھا: قد عرفنا حاجة أمير المؤمنين فحللني من عزمتك. یعنی ہم نے امیر المؤمنین کی حاجت کو معلوم کیا۔ سو مجھے آپ اپنے اس تاکیدی ارادہ سے معاف فرمائیں۔ الختصر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہ خود طاعون سے بھاگے ہیں اور نہ کسی کو طاعون سے بھگایا ہے۔ ان کی طرف اس بات کی نسبت کرنا سراسر اتہام ہے۔ پس جو لوگ طاعون سے بھاگنے کو جائز کہتے ہیں اور ثبوت میں اس بات کو پیش کرتے ہیں وہ بہت بڑی غلطی کرتے ہیں۔

تنبیہ

واضح ہو کہ طارق بن شہاب کی روایت مذکورۂ بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شام میں موجود تھے اور ان کی موجودگی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ

---

[1] قال الحافظ ولعله كانت حاجة بأبي عبيدة في نفس الأمر فلذلك استدعاه وظن أبو عبيدة أنه إنما طلبه ليسلم من وقوع الطاعون فاعتذر عن إجابته لذلك انتهى ١٢

کا خط ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تھا لیکن علامہ ابن الاثیر جزری نے تاریخ کامل (ص ۵۶۰ ج ۲) میں طارق بن شہاب کی روایت مذکورہ بالا کو بطولہا نقل کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے شام کی طرف روانہ ہونے اور پھر عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے حدیث سن کر سرغ سے واپس چلے آنے کی روایت صحیحین سے نقل کی ہے۔ پھر اس کے بعد علامہ ممدوح رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وهذه الرواية أصح فإن البخاري ومسلما أخرجاها في صحيحيهما ولأن أبا موسى كان في هذه السنة بالبصرة ولم يكن بالشام لكن هكذا ذكره وإنما أوردناه لننبه عليه انتهى.

یعنی ''یہ روایت زیادہ صحیح ہے اس واسطے کہ بخاری اور مسلم نے اپنے صحیح میں اس کو روایت کیا ہے اور اس واسطے کہ ابو موسیٰ اس سال بصرہ میں تھے اور شام میں نہیں تھے۔ لیکن انھوں نے اس کو اسی طرح بیان کیا ہے اور ہم جو اس کو یہاں لائے ہیں سو فقط اس وجہ سے کہ لوگوں کو اس پر متنبہ کر دیں۔''

جو حضرات طارق بن شہاب کی روایت مذکورہ بالا کو محل استدلال میں پیش کرتے ہیں ان کو چاہیے کہ علامہ ابن الاثیر کے اس کلام پر بھی ذرا غور فرمائیں۔

عذر (۲۰)

حضرت عمر اور حضرت علی اور مغیرہ بن شعبہ اور عمرو بن عاص اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم طاعون سے خود بھاگے ہیں اور لوگوں کو بھگایا ہے۔ طحاوی میں شعبہ کی حدیث میں مروی ہے کہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے طارق بن شہاب وغیرہ سے کہا کہ میرے اہل میں طاعون واقع ہوا ہے۔ پس تم لوگوں میں سے جو شخص الگ اور دور ہونا چاہے وہ الگ اور دور ہو جائے اور دو باتوں سے بچو۔ ایک یہ کہ کوئی کہنے والا کہے کہ فلاں شخص نکل گیا پس سلامت رہا اگر میں بھی نکل جاتا تو میں بھی سلامت رہتا۔ دوسرے یہ کہ کوئی کہنے والا کہے کہ فلاں شخص ٹھہرا رہ گیا۔ پس مبتلا ہو گیا اگر میں بھی ٹھہرا رہتا تو میں بھی مبتلا ہو جاتا۔ اور ابن جریر نے نقل کیا ہے کہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ طاعون کی وجہ سے اپنے لڑکوں کو دیہات میں بھیج دیتے تھے اور عمرو بن

عاص رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا کہ تم لوگ اس عذاب سے گھاٹیوں اور وادیوں میں بھاگو۔ اور تابعین سے اسود بن ہلال اور مسروق بھی طاعون سے بھاگے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ طاعون سے بھاگنے کی نہی جو حدیث میں آئی ہے وہ نہی تنزیہی ہے ورنہ یہ لوگ طاعون سے ہرگز نہیں بھاگتے اور جب یہ نہی تنزیہی ہے تو طاعون اور طاعونی مقام سے بھاگنا ناجائز وحرام نہیں۔

جواب

ان صحابہ رضی اللہ عنہم مذکورین کی طرف طاعون سے بھاگنے کی نسبت کی جاتی ہے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف طاعون سے بھاگنے کی نسبت کرنا بالکل غلط ہے جیسا کہ تم کو ابھی اوپر معلوم ہو چکا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا طاعون سے بھاگنا بسند صحیح ثابت نہیں۔ **ومن ادعی خلافه فعلیه البیان** اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے جو لوگوں کو طاعون سے بھگایا اس کی وجہ یہ تھی کہ انھوں نے طاعون کو مطلقاً عذاب الٰہی خیال کیا تھا اور ساتھ اس کے متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان پر انکار کیا اور انھوں نے ان صحابہ کی تصدیق کی۔ یہ سب باتیں تم کو اوپر معلوم ہو چکی ہیں۔ رہے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سو انھوں نے فرار من الطاعون کی ممانعت کی ایک علت تجویز کی تھی جو شعبہ کی روایت منقولہ میں مذکور ہے اور اسی علت کی بنا پر فرار کو جائز رکھا تھا۔ امام طحاوی رحمہ اللہ شرح معانی الآثار میں لکھتے ہیں:

> **فقد بین أبو موسیٰ الأشعری فی حدیث شعبة المکروه فی الطاعون ماهو وهو أن یخرج منه خارج فیسلم فیقول سلمت لأنی خرجت أویهبط علیه هابط فیصیبه فیقول أصابنی لأنی هبطت انتهی.**

علاوہ بریں ہوسکتا ہے کہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو وہ حدیثیں نہ پہنچی ہوں جن سے فرار من الطاعون کی نہی کا تحریمی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ پس ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف فرار من الطاعون کی جزماً نسبت کرنا پھر اسی بنا پر فرار من الطاعون کی نہی کو تنزیہی قرار دینا ہرگز صحیح



نہیں۔ رہے اسود بن ہلال اور مسروق سوان کا طاعون سے بھاگنا اگر ثابت ہو تو اس سے بھی فرار من الطاعون کی نہی کا تنزیہی ثابت نہ ہونا ظاہر ہے۔

عذر (۲۱)

طاعونی مقام سے بھاگ جانا بہت ضروری ہے کیونکہ ایسے مقام میں ٹھہرے رہنا اپنی جان کو ناحق ہلاک کرنا ہے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ﴿ وَلاَ تُلْقُواْ بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ ﴾ یعنی ''مت ڈالو اپنی جانوں کو ہلاکت میں۔''

جواب:

اگر یہ عذر صحیح ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ معرکہ قتال سے بھی بھاگ جانا بہت ضروری ہو کیونکہ معرکہ میں ٹھہرے رہنا بھی اپنی جان کو ناحق ہلاک کرنا ہے۔ **واللازم باطل فالملزوم مثله.** اگر کوئی صاحب فرمائیں کہ معرکہ میں ثابت قدم ٹھہرے رہنے اور وہاں سے بھاگنے کی ممانعت آئی ہے تو ہم بھی کہیں گے کہ طاعونی مقام میں صبر کرنے اور ٹھہرے رہنے کا حکم ہے اور وہاں سے بھاگنے کی ممانعت آئی ہے۔ اگر کوئی کہے کہ معرکہ میں ٹھہرے رہنا ناحق اپنی جان کو ہلاک کرنا نہیں ہے، بلکہ ذریعہ حیات ابدی ہے تو ہم بھی کہیں گے کہ طاعونی مقام میں ٹھہرے رہنا ناحق اپنی جان ہلاک کرنا نہیں ہے، بلکہ ذریعۂ شہادت ہے جو حیات ابدی ہے۔ دیکھو پہلا باب۔

دوسرا جواب

جو لوگ اس عذر کو پیش کرتے ہیں وہ بالکل ناواقف ہیں کیونکہ تم کو پہلے باب میں معلوم ہو چکا ہے کہ طاعون مسلمانوں کے واسطے تہلکہ نہیں ہے، بلکہ خدا کی رحمت اور شہادت ہے اور طاعونی مقام میں ٹھہرے رہنے کا حکم ہے یہی وجہ کہ طاعون عمواس میں (جو نہایت شدت کا طاعون تھا جس میں بقول علامہ عینی رحمہ اللہ تیس ہزار مسلمان مرے تھے) حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ وعظ کہنے کو کھڑے ہوئے اور فرمایا اے لوگو! یہ طاعون

تمھارے رب کی رحمت ہے اور تمھارے نبی کی دعا ہے اور اگلے صالحین کی موت ہے اور کہا کہ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہے کہ طاعون سے اس کا حصہ اس کو دیا جائے۔ پھر ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو طاعون ہوا اور مر گئے۔ پھر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے اور یہ بھی وعظ کہنے کو کھڑے ہوئے اور فرمایا اے لوگو! یہ طاعون تمھارے رب کی رحمت ہے اور تمھارے نبی کی دعا ہے اور اگلے صالحین کی موت ہے۔ پھر کہا اللہ تعالیٰ سے معاذ رضی اللہ عنہ سوال کرتا ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال کو طاعون سے ان کا حصہ دے دیا جائے۔ مسند احمد کی ایک روایت میں ہے۔ **اللهم ادخل علی آل معاذ نصيبهم عن هذه الرحمة** یعنی ''اے اللہ معاذ رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال کو اس رحمت سے ان کا حصہ دے۔'' پس حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبد الرحمن رضی اللہ عنہ کو طاعون ہوا اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے عبد الرحمن رضی اللہ عنہ نے کہا: ﴿الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُن مِّنَ الْمُمْتَرِينَ﴾ [آل عمران: ۶۰] حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ﴿سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ﴾ [الصّٰفّٰت: ۱۰۲] پھر عبد الرحمن رضی اللہ عنہ قضا کر گئے اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی دو عورتوں کو بھی طاعون ہوا اور وہ دونوں بھی قضا کر گئیں۔ پھر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اپنے واسطے طاعون میں مبتلا ہونے کی دعا کی اور ان کی ہتھیلی میں طاعون ہوا پھر وہ طاعون کی طرف دیکھتے اور ہتھیلی کے پشت کو چومتے اور اس کو مخاطب کر کے فرماتے کہ اس اجر وثواب کے بدلے میں جو تجھ میں ہے دنیا کی کسی چیز کو میں دوست نہیں رکھتا۔ دیکھو طاعون عمواس کی نہایت شدت کی حالت میں ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور معاذ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع کر کے وعظ میں یہ حدیث سنائی کہ طاعون خدا کی رحمت ہے۔ الخ اور خود مع تمام لوگوں کے طاعونی مقام میں ٹھہرے رہے اور اسی پر بس نہیں کیا، بلکہ اپنے اور اپنے اہل وعیال کے واسطے طاعون میں مبتلا ہونے کی دعائیں مانگیں۔ پس جو لوگ طاعونی مقام میں ٹھہرے رہنے کو ناحق جان ہلاک کرنا بتاتے ہیں اور اس کے ثبوت میں آیہ ﴿ولا تلقوا﴾ پیش کرتے ہیں اگر یہ لوگ ناواقف اور نادان نہیں ہیں تو پھر کیا ہیں۔

تیسرا جواب

آیۂ مذکورہ میں تہلکہ سے ہلاکت کی وہ صورتیں مراد ہیں جن میں عادتاً ہلاکت یقینی یا ظنی ہو۔ مثلاً زہر قاتل کھانا، دھکتی ہوئی آگ میں کود پڑنا۔ اور وہ صورتیں مراد نہیں ہیں جن میں عادتاً ہلاکت نہ یقینی ہے نہ ظنی بلکہ فقط موہوم و مشکوک ہے۔ مثلاً کشتی میں سوار ہونا وغیرہ امور، ورنہ لازم آئے گا کہ اس قسم کے تمام امور ناجائز ہوں۔ اور ظاہر ہے کہ طاعونی مقام میں ٹھہرنے سے عادتاً ہلاکت نہ یقینی ہے نہ ظنی بلکہ موہوم و مشکوک ہے پس طاعونی مقام سے بھاگنے کو ضروری بتانا اور آیہ مذکورہ سے استدلال کرنا ہرگز صحیح نہیں۔

چوتھا جواب

آیہ مذکورہ میں تہلکہ سے مراد ترک نفقہ فی سبیل اللہ ہے کیونکہ اس آیت سے پہلے ﴿وَأَنفِقُواْ فِيْ سَبِيْلِ اللّهِ﴾ ہے صحیح بخاری میں ہے: عن حذيفة ﴿ وَأَنفِقُواْ فِيْ سَبِيْلِ اللّهِ وَلاَ تُلْقُواْ بِأَيْدِيْكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ ﴾ قال: نزلت في النفقة حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں لکھتے ہیں:

نزلت في النفقة في سبيل الله عزوجل وهذا الذي قاله حذيفة جاء مفسرا في حديث أبي أيوب الذي أخرجه مسلم والنسائي إلى قوله وإنما نزلت هذه الآية فينا معشر الأنصار إنا لما أعز الله دينه وكثر ناصروه قلنا بيننا سراً أن أموالنا قد ضاعت فلو أنا أقمنا فيها وأصلحنا ماضاع منها فأنزل الله هذه الآية فكانت التهلكة الإقامة التي أردناها وصح عن ابن عباس وجماعة من التابعين نحو ذلك في تأويل الآية انتهى.

[''یعنی حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جو یہ کہا کہ یہ آیت ترک نفقہ فی سبیل اللہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے سو یہ بات ابوایوب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مفسراً آئی ہے۔ جس کو مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے کہا ابوایوب رضی اللہ عنہ نے کہ یہ آیت ہم

جماعت انصار کے بارے میں نازل ہوئی ہے جب اللہ نے اپنے دین کو غالب کیا اور اس کی مدد کرنے والے زیادہ ہوئے۔ تو ہم انصار نے باہم آہستہ یہ کہا کہ ہمارے مال ضائع ہو گئے ہیں۔ پس اگر ہم لوگ اقامت کرتے اور اپنے ضائع شدہ مالوں کی اصلاح کرتے تو اللہ نے اس آیت کو نازل کیا۔ پس تہلکہ سے مراد وہ اقامت ہے جس کا ہم نے ارادہ کیا تھا اور اس کی مثل اس آیت کی تاویل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم کی ایک جماعت سے ثابت ہے۔''

پس جب حذیفہ اور ابو ایوب اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کی روایت کے مطابق اس آیت میں تہلکہ سے مراد ترک نفقہ فی سبیل اللہ ہے اور وہ اقامت ہے جس کا انصار رضی اللہ عنہم نے ارادہ کیا تھا تو اس آیت کو طاعون سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

عذر (۲۲)

صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ عرینہ کے کچھ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور مسلمان ہوئے پس ان کو مدینہ کی آب وہوا ناموافق ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو حکم کیا کہ مدینہ کے باہر اس مقام میں چلے جائیں جہاں صدقہ کے اونٹ رہتے ہیں اور ان کا دودھ اور ان کا پیشاب پئیں۔ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا پھر اچھے ہو گئے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طاعونی مقام سے باہر نکل جانا جائز ہے کیونکہ وہاں کی ہوا بسبب فاسد ہو جانے کے وہاں کے لوگوں کو ضرور ناموافق ہو جاتی ہے۔

جواب

اولاً: مدینہ میں نہ اس وقت طاعون تھا اور نہ قیامت تک وہاں کبھی طاعون ہو گا جیسا کہ صحیحین کی حدیث سے ثابت ہے پس اس حدیث سے طاعونی مقام سے باہر نکل جانے کا جواز ہرگز نہیں ثابت ہو سکتا۔

ثانیاً: مقدمہ رسالہ میں معلوم ہو چکا ہے کہ طاعون کے واقع ہونے کا سبب فساد ہوا نہیں

ہے۔ پس اس حدیث سے طاعونی مقام سے باہر نکل جانے کو جائز بتانا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔

ثالثاً: آنحضرت ﷺ نے جوان لوگوں کو مدینہ کے باہر صدقہ کے اونٹوں میں چلے جانے کا حکم فرمایا سو وجہ اس کی یہ تھی کہ ان لوگوں کو استسقا کی بیماری ہوگئی تھی اور استسقا کے بیماروں کے واسطے اعرابی اونٹنیوں کا دودھ اور ان کا پیشاب بہت نافع اور نہایت مفید علاج ہے اور ان لوگوں کو مدینہ میں رہ کر اعرابی اونٹنیوں کا دودھ اور پیشاب ملنا آسان نہیں تھا۔ اس ضرورت سے آنحضرت ﷺ نے صدقہ کے اونٹوں میں ان لوگوں کو بھیجا تھا۔ پس اس حدیث سے طاعونی مقام سے باہر نکل جانے کو جائز بتانا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔

رابعاً: اگر ہم ان تینوں جوابوں سے قطع نظر کریں اور تھوڑی دیر کے لیے مان لیں کہ اس حدیث سے طاعونی مقام سے باہر نکل جانے کا جواز ثابت ہوتا ہے تو اس ارخاء عنان پر بھی فقط انھیں لوگوں کا طاعونی مقام سے نکلنا جائز ہوگا جو طاعون میں مبتلا ہو گئے ہوں اور یہ بھی کب کہ جب وہ مبتلایانِ طاعون علاج کی غرض سے باہر جانا چاہیں اور یہ بھی کب کہ جب ان کا علاج طاعونی مقام میں رہ کر نہ ہو سکے یا دقت کے ساتھ ہو اور باہر نکلنے میں آسانی کے ساتھ ہو۔ فتدبر و تفکر۔ علامہ عینیؒ اس عذر کا جواب اس طرح لکھتے ہیں:

وقيل إذنه صلى الله عليه وسلم للذين استوخموا المدينة بالخروج حجة لمن أجاز الفرار وأجيب بأنه لم يكن ذلك فراراً عن الوباء إذهم كانوا مستوخمين خاصة دون سائر الناس بل للاحتياج إلى الفرع ولا عتيادهم المعاش إلى الصحاری انتهی.

اور علامہ مرتضیٰ ؒ زبیدی حنفی شرح احیاء العلوم میں اس عذر کا جواب اس طرح لکھتے ہیں:

والحق أن خروج العرنيين لم يكن لقصد الفرار أصلاً إنما

كـان لمحض التداوى كما تقدم عن الطحاوى وكان خروجهم من ضـرورة الـواقـع لأن الإبـل مـا كـانت تتهيأ إقامتها فى البلدوإنما كـانت فى مراعيها ودوائهم كان بألبانها وأبوالهاواستنشاق تلك الروائح فكان الخروج من البلد ضمنا لأمر محقق الوجود بخلاف الخروج من البلد الذى يقع فيه الطاعون إلى بلد آخر فإنه خروج إليه بالقصد لأمر مظنون إذلا يؤمن وقوع الطاعون فى البلد الآخر. انتهى.

تنبیہ

ہم نے جو ابھی یہ کہا ہے کہ ان لوگوں کو استسقا ہو گیا تھا اور استسقا کے بیماروں کو اعرابی اونٹنیوں کا دودھ اور ان کا پیشاب بہت مفید اور نافع علاج ہے۔ اب اس کا ثبوت سنو۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ زاد المعاد میں لکھتے ہیں:

والدليل على أن هذا المرض كان الاستسقاء ماروا ه مسلم فى صحيحه فى هذا الحديث أنهم قالوا إناجتوينا المدينة فعظمت بطوننا وارتهشت أعضاؤنا وذكر تمام الحديث والجوى داء من أدواء الجون. انتهى.

اور علامہ عینی رحمہ اللہ شرح بخاری میں لکھتے ہیں:

فان قلت هل لأبوال الإبل تأثير فى الاستسقاء حتى أمرهم صلى الله عليه وسلم بذلك قلت كان إبله صلى الله عليه وسلم ترعى الشيح والقيصوم وأبوال الإ بل التى ترعى ذلك وأبوالها تدخل فى علاج نوع من أنواع الاستسقاء. انتهى.

اور علامہ شیخ ابوعلی بن سینا رحمہ اللہ قانون (ص ۴۷۹ ج ۱) میں لکھتے ہیں:

وبول الجمل ينفع فى الاستسقاء وصلابة الطحال لا



سیما مع لبن اللقاح روی لوشربتم من ألبانها و أبوالها لصححتم فشربوا وصحوا. انتهی.

اور علامہ ابو منصور حسن بن نوح القمری رحمہ اللہ اپنی کتاب ''غنامنا'' میں لکھتے ہیں:

ویسقی لبن اللقاح فی هذه العلة فی النوع البارد والحار وفیه وتکون الناقة أعرابیة فإنه لا یصلح غیره وفیه وینفع هذا النوع کل ما یدرالبول مثل دواء الکرکم بماء الأصول والحندقوقی فإن له خاصیة فی النفع من ذلک وکذلک بول الجمل انتهی.

اور علامہ قرشی رحمہ اللہ موجز میں لکھتے ہیں:

ولبن اللقاح الأعرابیة للشیح والقیصوم خصوصاً إذااستعمل عوض الغذاء والماء نفع جداوقد وقع منهم جماعة فی بلاد العرب فاضطروا إلی ذلک فبرءوا وکذلک أبوال الإبل والمعزالأعرابیة. انتهی.

ملا نفیس شرح میں لکھتے ہیں:

قوله الأعرابیة أی البدویة فإن الأعرابیة إنمایقال علی سکان البادیة وهذا هوالفرق بین الأعرابی والعربی انتهی.

عذر (۲۳)

مشکوۃ شریف میں ہے:

عن یحیی بن عبد الله بن بحیر قال أخبرنی من سمع فروة بن مسیک یقول قلت یا رسول الله ﷺ عندنا أرض یقال لهاأبین وهی أرض ریفنا ومیرتنا وإن وبائها شدید فقال دعها عنک فإن من القرف التلف. رواه أبو داود.



یعنی ''فروہ بن مسیک کہتے ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے نزدیک ایک زمین ہے جس کو لوگ آبین کہتے ہیں اور وہ ہماری کھیتی اور غلہ کی زمین ہے اور اس کی وبا سخت ہے پس آپ نے فرمایا اس زمین کو چھوڑ دے اس واسطے کہ بیماری کی نزدیکی سے تلف ہے۔ روایت کیا اس حدیث کو ابوداود نے۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس مقام میں وبا ہو اس کو چھوڑ دینا چاہیے۔ اور چونکہ وبا اور طاعون ایک ہی چیز ہے۔ اس لیے اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جس مقام میں طاعون ہو اس مقام کو چھوڑ کر کسی اور مقام میں نکل جانا چاہیے۔

جواب

اولاً: یہ حدیث ضعیف و ناقابلِ احتجاج ہے۔ کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے۔ حافظ عبدالعظیم منذری تلخیص سنن ابی داود میں لکھتے ہیں:

في إسنادها رجل مجهول ورواه عبد الله بن معاذ الصنعاني عن معمر بن راشد عن يحيىٰ بن عبد الله بن بحير بن رسان عن فروة وأسقط مجهولا وعبد الله بن معاذ وثقه يحيى بن معين وغيره وكان عبد الرزاق يكذبه انتهى.

ثانیاً: اس حدیث سے ہرگز ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جس مقام میں طاعون ہو تو وہاں کے لوگوں کو اس کو چھوڑ کر کسی اور مقام میں نکل جانا چاہیے، بلکہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس مقام میں طاعون ہو تو اس مقام میں دوسرے مقام کے لوگوں کو داخل نہیں ہونا چاہیے اس واسطے کہ فروہ بن مسیک کا حاصل سوال یہ ہے کہ ہمارے قریب میں ایک زمین ہے۔ جس میں ہماری زراعت ہوتی ہے اور جس میں ادھر اُدھر سے غلے آتے ہیں، یعنی اس میں داخل ہونے اور آمد و رفت کرنے کا اتفاق پڑتا ہے تو کیا اس زمین میں ہم جائیں اور آمد و رفت کریں یا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دے یعنی

داخل مت ہو۔ اور یہ تو حکم ہی ہے کہ جس جگہ طاعون ہو وہاں داخل نہیں ہونا چاہیے۔

علامہ علی قاری رحمہ اللہ مرقاۃ شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں: **دعها عنك أي اتركها عن دخولك فيها والترددإليها لأ نه بمنز لة بلد الطاعون** یعنی حضرت نے جو فرمایا کہ چھوڑ دے اس کو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں داخل ہونے اور آمد ورفت کرنے کو ترک کردے کیونکہ وہ زمین بمنزلہ طاعونی شہر کے ہے۔

ثالثاً: وباء اور طاعون ایک چیز نہیں ہے۔ علامہ ابن نجیم مصری حنفی اشباہ (ص ٦٦٦) میں لکھتے ہیں:

> **وقد صرح شارحوا البخاري ومسلم والمتكلمون على الطاعون كابن حجر بأن الوباء اسم لكل مرض عام وإن كل طاعون وباء وليس كل وباء طاعونا انتهى .**
>
> یعنی ''بخاری اور مسلم کے شارحین اور طاعون پر بحث کرنے والے علما جیسے ابن حجر رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے کہ وبا ہر مرض عام کا نام ہے اور ہر طاعون وبا ہے اور ہر وبا طاعون نہیں ہے۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری (ص ۱۵۱ ج ۱۰) میں لکھتے ہیں:

> **والدليل على أن الطاعون يغاير الوباء ما سيأتي في رابع أحاديث الباب إن الطاعون لا يدخل المدينة وقد سبق في حديث عائشة قدمنا المدينة وهي أوباء أرض الله وفيه قول بلال أخرجونا إلى أرض الوباء إلى أن قال فكل ذلك يدل على أن الوباء غير الطاعون وأن من أطلق على كل وباء طاعونا فبطريق المجاز إلى أن قال والذي يفترق به الطاعون من الوباء أصل الطاعون الذي لم يتعرض له الأطباء ولا أكثر من تكلم في تعريف الطاعون وهو كونه من طعن الجن انتهى.**

حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ دلیل اس بات پر کہ طاعون اور وبا ایک چیز نہیں

ہے یہ ہے کہ حدیث سے ثابت ہے کہ مدینہ منورہ میں طاعون داخل نہیں ہوگا اور مدینہ طیبہ میں وبا کا ہونا حدیث سے ثابت ہے۔ پس معلوم ہوا کہ وبا اور طاعون ایک چیز نہیں ہے اور جو لوگ ہر وبا پر طاعون کا اطلاق کرتے ہیں وہ علی طریق المجاز اطلاق کرتے ہیں۔ اور جس امر سے طاعون اور وبا میں افتراق اور مغایرت ثابت ہوتی ہے وہ اصل طاعون ہے۔ جس کے ساتھ اطبا نے تعرض نہیں کیا ہے اور جن لوگوں نے تعریف طاعون میں کلام کیا ہے ان میں اکثر نے بھی اس سے تعرض نہیں کیا ہے اور وہ طاعون کا طعن جن سے ہونا ہے۔ پس جب طاعون اور وبا ایک چیز نہیں ہے تو اس وجہ سے بھی فروہ بن مسیک کی حدیث مذکور سے طاعونی مقام کو چھوڑ کر کسی اور جگہ نکل جانے کا جواز ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا ہے۔

مولانا شیخ عبدالحق رحمہ اللہ نے اشعۃ اللمعات میں فروہ بن مسیک کی اس حدیث کے کئی جواب لکھے ہے اور خوب اچھی طرح سے بتا دیا ہے کہ اس حدیث سے طاعون سے بھاگنے والوں کا استدلال صحیح نہیں ہے ایک یہ جواب لکھا ہے کہ طاعونی جگہ سے نکلنے اور بھاگنے کی ممانعت صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہم کی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور فروہ بن مُسیک کی یہ حدیث سنن ابی داود کی ہے۔ پس یہ حدیث صحیحین کی حدیثوں کی معارض ومتصادم نہیں ہوسکتی ہے۔ اور ایک یہ جواب دیا ہے کہ محدثین نے کہا ہے کہ فروہ بن مُسیکؓ سے فقط وہ ایک حدیث مروی ہے اور وہ بھی ایک مجہول شخص سے جس کا نام معلوم نہیں ہے نیز یحییٰ بن عبداللہ (جو اس حدیث کے ایک راوی ہیں) کے ثقہ ہونے میں اختلاف ہے پھر آخر میں لکھتے ہیں: ''وبالجملہ بیشک فرار از اں منہی عنہ وممنوع ومعصیت است'' یعنی حاصل کلام یہ ہے کہ طاعون سے بھاگنا بلا شبہ ناجائز اور منع اور گناہ ہے۔

عذر (۲۴)

سنن ابی داود میں ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم لوگ ایک مکان میں رہتے تھے تو ہماری عدد زیادہ تھی اور ہمارا مال بھی زیادہ تھا پھر ہم دوسرے مکان میں چلے گئے سو اس مکان میں ہماری عدد بھی گھٹ گئی اور مال بھی کم ہوگیا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا اس مکان کو چھوڑ دو۔ وہ برا مکان ہے۔ ملا علی قاری نے مرقاۃ میں لکھا ہے کہ ''اس مکان کی ہوا ان لوگوں کے ناموافق تھی اس وجہ سے ان لوگوں کو اس مکان کے چھوڑنے کا حکم فرمایا گیا۔'' پس اس حدیث سے ثابت ہوا کہ طاعونی مقام کو چھوڑ دینا چاہیے۔

جواب

اس حدیث کو طاعون سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ پس طاعونی مقام سے بھاگنے کے ثبوت میں اس حدیث کو پیش کرنا جاہل لوگوں کا کام ہے اور ملا علی قاری سے جو وجہ نقل کی گئی ہے وہ صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ اگر اس مکان کی ہوا ان لوگوں کے ناموافق تھی اور اس وجہ سے ان لوگوں کی عدد گھٹ گئی تو پھر ان کا مال کیوں کم ہو گیا کیا اس مکان کی ہوا ان کے مال کے بھی ناموافق تھی؟ ہاں ملا صاحب ممدوح نے ایک دوسری وجہ امام خطابی سے نقل کی ہے وہ البتہ صحیح ہے یہی وجہ ہے کہ علامہ عینی رحمہ اللہ نے عمدۃ القاری میں اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں اور علامہ اردبیلی رحمہ اللہ نے ازہار شرح مصابیح میں اور شیخ عبدالحق رحمہ اللہ نے اشعۃ اللمعات میں اور ان کے سوا دیگر شراح حدیث نے اپنی شروح میں اسی دوسری ہی وجہ کو ذکر کیا ہے اور پہلی وجہ کو یک قلم نظر انداز کیا ہے۔ اس دوسری وجہ کو ملا صاحب نے بایں لفظ نقل کیا ہے۔

قال الخطابي إنما أمرهم بالتحول عنها إبطالا لما وقع في نفوسهم من أن المكروه إنما أصابهم بسبب السكنى فإذا تحولوا عنها انقطعت مادة الوهم وزال عنهم ماخامرهم من الشبهة انتهى.

یعنی ''خطابی نے کہا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جوان کو دوسرے مکان میں چلے جانے کو کہا سو فقط ان کے اس غلط خیال کے باطل کرنے کی غرض سے کہا جوان کے دلوں میں جما ہوا تھا۔ یعنی یہ کہ ان کو جو مصیبت پہنچی سو اس مکان میں رہنے کے سبب سے پہنچی۔ پس جب وہ اس مکان کو چھوڑ کر دوسرے مکان میں چلے جائیں گے تو اس وہم کا مادہ منقطع ہو جائے گا اور وہ جو شبہ ان کے

دلوں میں گھسا ہوا تھا زائل ہو جائے گا۔''

حافظ ابن حجر نے اس کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ چونکہ حضرت ﷺ نے دیکھا کہ ان کے دلوں میں جاہلیت کا خیال جما ہوا ہے اس لیے اس مکان کو چھوڑ دینے کو فرمایا پھر بعد اس کے آپ نے ان لوگوں کو اور اپنی تمام امت کو جو بات صحیح تھی بتا دیا وہ یہ کہ **لا طیـرۃ ولا عدوی** یعنی کسی چیز میں شوم اور بدشگونی نہیں اور عدوی نہیں۔ ظاہر ہے کہ اس دوسری وجہ پر بھی اس حدیث کو طاعون سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ اور اگر پہلی وجہ صحیح فرض کی جائے تو اس تقدیر پر بھی اس حدیث سے طاعونی مقام سے بھاگنے کا جواز کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ طاعون واقع ہونے کا سبب فساد ہوا نہیں ہے۔ **کما تقدم بیانه. المختصر** طاعونی مقام سے فرار کی ممانعت میں نصوص صریحہ موجود ہیں۔ پس ان نصوص صریحہ کو نظر انداز کرنا اور ایسی روایتوں کو پیش کرنا جن کو طاعون سے کچھ تعلق نہیں ہے جاہل اور نادان لوگوں کا کام ہے۔ طاعون سے بھاگنے والوں کے یہی اعذار ہیں جن کے جواب سے ہم فارغ ہو چکے۔ ہمارے اس رسالہ کو اول سے آخر تک جو شخص بغور پڑھے گا اس کو مجوزین فرار کے تمام رسائل اور ان کے تمام فتاویٰ وتحریرات متعلقہ کا مفصل اور مدلل جواب اس رسالہ میں ملے گا۔ اس رسالہ کی تصنیف کے وقت ہم نے مجوزین فرار کے تمام رسالوں اور تحریروں اور فتووں کے بہم پہنچانے میں بہت کوشش کی ہے۔ غالباً اب کوئی ایسا عذر باقی نہیں، جس کا جواب اس رسالہ میں نہ ہو۔ الحمد للہ کہ دوسرا باب بھی اختتام کو پہنچا اب خاتمہ رسالہ لکھا جاتا ہے۔ **ختمها الله تعالى بالخير**

خاتمۂ رسالہ

اس بیان میں کہ رفع طاعون کے واسطے قنوت پڑھنا اور دعا کرنا جائز ہے یا نہیں

اس باب میں علما کی رائیں مختلف ہیں۔ بعض کے نزدیک جائز ہے بعض کے نزدیک نہیں۔ ہم نے اس بات میں بہت کچھ تفحص اور تلاش کیا، مگر باوجود تفحص بالغ اور تلاش کثیر کے کوئی نص صحیح صریح رفع طاعون کے واسطے دعا کرنے یا نماز میں قنوت پڑھنے کے جواز یا عدم جواز میں نہیں۔ یہاں ہم فریقین کے دلائل کو مع بیان **مالها وما عليها** کے نقل کر دیتے ہیں اور فیصلہ ناظرین پر چھوڑتے ہیں۔

مجوزین کی پہلی دلیل

حافظ سخاوی رحمہ اللہ القول البدیع میں لکھتے ہیں کہ شیخ شہاب الدین بن ابی حزلہ نے ذکر کیا کہ بعض صالحین نے ایک محلّہ میں طاعون کی کثرت کے وقت بیان کیا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے طاعون کے حال کی شکایت کی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حکم کیا کہ اس دعا کے ساتھ دعا کریں۔

اللهم إنا نعوذبک من الطعن والطاعون وعظيم البلاء في النفس والمال والأهل والولد الله أكبر الله أكبر الله أكبر ممانخاف ونحذر الله أكبر الله أكبر الله أكبر وعدد ذنوبنا حتى تغفر الله أكبر الله أكبر الله أكبر صلى الله على محمد وآله وسلم الله أكبر الله أكبر الله أكبر اللهم كما شفعت نبيك فينا فأمهلتنا وأمرت بنا منا زلنا فلا تهلكنا بذنوبنا يا أرحم الراحمين .

اس دعا کے پہلے جملہ کا ترجمہ یہ ہے۔ اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے طعن سے اور طاعون سے اور جان اور مال اور اہل وعیال میں بلائے عظیم سے۔

اس دلیل پر بحث

وہی حافظ سخاوی رحمہ اللہ اسی القول البدیع میں اس دعا کو نقل کر کے لکھتے ہیں:

قال شيخنا ويبعد صحة صدور هذا الدعاء لمصادمته لما ثبت عنه صلى الله عليه وسلم أنه دعا بذلك لأمته وكيف يتصور أن يأمر هم أن يستعيذوا مما دعا لهم به انتهى .

یعنی ''کہا ہمارے شیخ (حافظ ابن حجر رحمہ اللہ) نے کہ اس دعا کی صحت بعید ہے۔ کیونکہ یہ متصادم ہے اس حدیث کے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہوئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کے واسطے طاعون کی دعا مانگی ہے اور کیونکر متصور ہوسکتا ہے کہ اپنی امت کے واسطے جس امر کی دعا فرمائی ہے اس سے پناہ مانگنے کا ان کو حکم فرمائیں۔''

مجوزین کی دوسری دلیل

سنن ابن ماجہ (ص ۲۵۴ مصری) میں ہے:

عن عبد الله بن عمر قال أقبل علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يا معشر المهاجرين خمس إذا ابتليتم بهن وأعوذ بالله أن تدركوهن لم تظهر الفاحشة في قوم قط حتى يعلنوا بها إلا فشى فيهم الطاعون الحديث.

یعنی ''عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے سامنے آئے اور کہا اے جماعت مہاجرین تم میں پانچ چیزیں ہیں جب تم ان کے ساتھ آزمائش کیے جاؤ (تو خیر نہیں) اور میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ تم ان کو پاؤ جب کسی قوم میں بے حیائی کے کام ظاہر ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ

علانیہ طور پر لوگ کرنے لگیں تو ان میں طاعون ظاہر ہوتا ہے، الخ۔“

حاشیہ ابن ماجہ میں کتاب الزوائد سے نقل کیا ہے۔ **ھذا حدیث صالح للعمل به وقد اختلفوا في ابن ابی مالک وأبیه** . یعنی یہ حدیث عمل کرنے کے واسطے صلاحیت رکھتی ہے اور ابن ابی مالک اور ان کے باپ کے بارے میں محدثین نے اختلاف کیا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رفع طاعون کے واسطے دعا کرنا جائز ہے۔

اس دلیل پر بحث

آنحضرت ﷺ نے اس حدیث میں اس بات سے پناہ مانگی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اس زمانہ کو پائیں جس میں بے حیائی کے کام علانیہ طور پر ہونے لگیں اور طاعون سے پناہ نہیں چاہی ہے پس اس حدیث سے رفع طاعون کے واسطے قنوت پڑھنے کا یا دعا کرنے کا جواز ثابت نہیں ہو سکتا۔

مجوزین کی تیسری دلیل

نوازل کے وقت نماز میں قنوت پڑھنا بلا شبہ جائز ہے اور طاعون اشد نوازل ہے۔ پس اس کے واسطے قنوت پڑھنا بالاولی جائز ہوگا۔ اور نوازل کے واسطے قنوت پڑھنا ان کے رفع کے لیے دعا کرنا ہے۔ علامہ ابن نجیم مصری حنفی رحمہ اللہ اشباہ میں لکھتے ہیں: کہ ۹۶۹ھ میں بمقام قاہرہ مجھ سے رفع طاعون کے واسطے دعا کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو میں نے جواب دیا کہ میں نے اس کو صراحتاً نہیں دیکھا ہے لیکن کتاب الغایہ میں صراحتاً لکھا ہے کہ جب مسلمانوں میں کوئی نازلہ نازل ہو تو امام فجر کی نماز میں قنوت پڑھے اور ثوری اور احمد کا بھی قول ہے اور جمہور اہلِ حدیث نے کہا ہے کہ نوازل کے وقت تمام نمازوں میں قنوت پڑھنا مشروع ہے اور فتح القدیر میں ہے کہ نازلہ کے وقت قنوت کا مشروع ہونا برابر جاری ہے۔ منسوخ نہیں ہے اور اہلحدیث کی ایک جماعت اسی کی قائل ہے۔ پھر علامہ ممدوح کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں:

فالقنوت عند نافي النازلة ثابت وهو الدعاء یرفعها ولا



شک أن الطاعون من أشد النوازل. انتهی.

''یعنی ہمارے نزدیک نازلہ میں قنوت پڑھنا جائز ہے اور وہ اس کے رفع کے واسطے دعا کرنا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ طاعون اشد نوازل ہے۔''

اس دلیل پر بحث

طاعون اگرچہ اشد نوازل ہے لیکن وہ مسلمانوں کے واسطے رحمت ہے جیسا کہ پہلے باب میں معلوم ہوا۔ پس اس کے رفع کے واسطے مسلمانوں کو دعا کرنا کیونکر جائز ہوگا۔ علامہ حموی رحمہ اللہ شرح اشباہ (٦٦٥) میں لکھتے ہیں: هو وإن كان من أشد النوازل إلا أنه رحمة وشهادة فلا يطلب رفعها انتهی. لیکن اس بحث پر وہ بحث وارد ہوتی ہے جو مانعین کی پہلی دلیل پر وارد ہے۔ دوسری بحث یہ ہے کہ مسلمانوں کے حق میں طاعون کا نازلہ ہونا غیر مسلم ہے کیا تمھیں معلوم نہیں کہ طاعون عمواس میں کسی صحابی سے رفع طاعون کے لیے قنوت پڑھنا ثابت نہیں اگر طاعون نازلہ ہوتا تو صحابہ رضی اللہ عنہم طاعون عمواس میں ضرور قنوت پڑھتے جیسا کہ اور نوازل میں قنوت پڑھنا ثابت ہے۔ پس جو لوگ طاعون کو نازلہ ٹھہرا کر اس کے رفع کے لیے قنوت پڑھنے کو جائز بتاتے ہیں ان کو لازم ہے کہ پہلے کسی دلیل صحیح سے یہ ثابت کرلیں کہ طاعون مسلمانوں کے حق میں نازلہ ہے اور اگر تسلیم کرلیا جائے کہ طاعون مسلمانوں کے حق میں نازلہ ہے تو واضح رہے کہ اس نازلہ (طاعون) اور دیگر نوازل میں بہت فرق ہے۔ اس نازلہ میں صبر کرنے اور ٹھہرے رہنے کا حکم ہے۔ بخلاف دیگر نوازل کے۔ اس نازلہ میں صبر کے ساتھ ٹھہرے رہنے میں شہید کا ثواب ہے۔ بخلاف دیگر نوازل کے۔ اس نازلہ میں فرار ناجائز و حرام ہے۔ بخلاف دیگر نوازل کے، یہ نازلہ مسلمانوں کے واسطے رحمت و شہادت ہے۔ بخلاف دیگر نوازل کے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کے واسطے اس نازلہ میں مبتلا ہو کر مرنے کی دعا فرمائی ہے۔ بخلاف دیگر نوازل کے۔ پس اس نازلہ یعنی طاعون کو دیگر نوازل پر قیاس کر کے اس کے رفع کے واسطے قنوت پڑھنے اور دعا کرنے کو جائز بتانا کیونکر صحیح ہوگا؟

مجوزین کی چوتھی دلیل

علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ اشباہ میں لکھتے ہیں: ''طاعون خسوف (چاند گرہن) کے مثل ہے۔ اس واسطے کہ منیۃ المفتی میں ہے کہ چاند گرہن اور دن کی تاریکی اور سخت ہوا اور بارش اور برف اور فزع اور عموم مرض کے وقت تنہا تنہا دو رکعت نماز پڑھنا چاہیے۔'' اور اس میں کوئی شک نہیں کہ طاعون عموم مرض سے ہے پس اس کے واسطے بھی دو رکعت نماز تنہا تنہا مسنون ہوگی۔ پھر اس کے بعد لکھتے ہیں کہ خسوف وغیرہ میں لوگ دعا کے واسطے جمع ہوتے ہیں اس لیے رفع طاعون کے دعا کے واسطے جمع ہونا بھی مشروع ہوگا۔ پھر اس کے بعد لکھتے ہیں کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ عموم مرض کے رفع کے واسطے مجتمع ہو کر دعا کرنا جائز ہے اور صحیحین کے شراح اور طاعون پر بحث کرنے والے علما جیسے حافظ ابن حجر وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ وبا ہر مرض عام کا نام ہے اور ہر طاعون وبا ہے اور ہر وبا طاعون نہیں۔'' پس ہمارے اصحاب کا مرض عام کے ساتھ تصریح کرنا گویا وبا کے ساتھ تصریح کرنا ہے اور تم کو معلوم ہو چکا ہے کہ وبا طاعون کو شامل ہے اور اسی سے معلوم ہوا کہ رفع طاعون کے واسطے دعا کرنے کو مجتمع ہونا جائز ہے، لیکن نماز تنہا تنہا دو رکعت پڑھیں اور رفع طاعون کی نیت کریں۔ انتھی مترجماً ملخصاً

اس دلیل پر بحث

اس دلیل پر یہ بحث ہے کہ طاعون کو عام مرضوں پر قیاس کرنا صحیح نہیں کیونکہ طاعون میں جو خصوصیتیں پائی جاتی ہیں وہ عام مرضوں میں نہیں پائی جاتیں۔ پس طاعون کے سوا اور عام مرضوں کے رفع کے لیے دعا کے جائز ہونے سے رفع طاعون کے لیے دعا کا جواز ثابت نہیں ہو سکتا اور اس دلیل پر علامہ حموی حنفی نے شرح اشباہ میں دو بحثیں کی ہیں۔ پہلی بحث یہ کی ہے کہ طاعون کو خسوف قمر پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ قیاس کی شرطیں نہیں پائی جاتی ہیں۔ اور اگر تسلیم کیا جائے کہ قیاس کی شرطیں پائی جاتی ہیں تو بھی قیاس کرنا صحیح نہیں کیونکہ ہمارے زمانہ میں قیاس کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔ علما کو بس اسی قدر اختیار ہے کہ

کتب معتمدہ سے (مسائل کو) صاحب مذہب سے نقل کر دیا کریں۔ علاوہ بریں خود مصنف یعنی ابن نجیم نے اپنے بعض رسائل میں تصریح کے ساتھ بیان کیا ہے کہ چار سو کے بعد سے قیاس منقطع ہو گیا ہے۔ پس کسی کو جائز نہیں ہے کہ کسی کو کسی مسئلہ پر قیاس کرے اور علامہ حموی نے دوسری بحث یہ کی ہے کہ طاعون مرض نہیں ہے، بلکہ وہ وخز جن ہے جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے۔ اور پھر لکھا ہے کہ مصنف اشباہ کا یہ قول کہ "ہمارے علمائے حنفیہ کا مرض عام کے ساتھ تصریح کرنا گویا وبا کے ساتھ تصریح کرنا ہے اور تم کو معلوم ہو چکا ہے کہ ہر وبا طاعون ہے۔ سو اس میں نظر ہے اس واسطے کہ طاعون وبا کا غیر ہے اور اس کو جو وبا سے تعبیر کرتے ہیں سو اس وجہ سے کہ وہ وبا میں زیادہ ہوتا ہے جیسا کہ کتاب الھدیٰ میں ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ وبا مرض عام ہے اور طاعون مرض ہی نہیں ہے، بلکہ وہ وخز جن ہے۔

قال الحموي في شرح الأشباه قوله هو كالخسوف الخ أقول هذا قياس غير صحيح لعدم وجود شرائطه وعلى تسليم وجود الشرائط فباب القياس مسدود في زماننا إنما للعلماء النقل عن صاحب المذهب من الكتب المعتمدة على أنه صرح بنفسه في بعض رسائله بأن القياس بعد أربعمائة منقطع فليس لأحد أن يقيس مسئلة على مسئلة، قوله ولا شك أن الطاعون من قبيل عموم المرض، قلت الطاعون ليس مرضا لأنه وخز الجن كما ثبت في الحديث، قوله فتصريح أصحابنا بالمرض العام بمنزلة تصريحهم بالوباء الخ أقول فيه إن الطاعون غير الوباء وإنما عبر عنه بالوباء لكونه يكثر في الوباء كما في الهدى ووجهه أن الوباء هو المرض العام والطاعون ليس مرضا كما قدمناه بل هو من وخز الجن انتهى كلام الحموي رحمه الله۔

اور اس دلیل کے متعلق علامہ احمد بن علی رومی رحمہ اللہ مجالس الابرار (ص ۳۷۲)

میں لکھتے ہیں کہ ایک قوم نے رفع طاعون کے واسطے دعا کرنے کے جواز پر بعض فقہا کے اس قول سے استدلال کیا ہے کہ ''نوازل کے وقت تمام نمازوں میں قنوت پڑھنا مشروع ہے اور عموم امراض کے واسطے مجتمع ہونا اور دعا کرنا جائز ہے۔'' اور اس قوم نے کہا کہ بعض فقہا کا مرض عام کے ساتھ تصریح کرنا گویا وبا کے ساتھ تصریح کرنا ہے۔ جو طاعون کو شامل ہے نیز طاعون اشد نوازل سے ہے اور جواب اس کا یہ ہے کہ وبا اور نوازل میں سے ہر ایک عام ہے جو طاعون وغیر طاعون کو شامل ہے، مگر چونکہ طاعون میں یہ خصوصیت ہے کہ وہ شہادت اور رحمت ہے اور ہمارے پیغمبر محمد ﷺ کی دعا ہے، بخلاف وبا اور نوازل کے۔ لہٰذا رفع وبا اور نوازل کے واسطے دعا کرنا مشروع ہے اور رفع طاعون کے واسطے دعا کرنا مشروع نہیں اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ طاعون سے بھاگنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے، بخلاف وبا اور باقی نوازل کے۔

قال أحمد بن علي في مجالس الأبرار وقد تمسك قوم على مشروعيته بقول بعض الفقهاء أن القنوت في الصلوات كلها مشروع عند النوازل وأن الا [illegible] ع والدعاء لعموم الأمراض جائز وقالوا إن تصريحهم بالمرض العام بمنزلة التصريح بالوباء الذي يشمل الطاعون وهو أيضاً من أشد النوازل والجواب أن كلاً من الوباء والنوازل وإن كان عاما يشمل الطاعون وغيره إلاأن الطاعون اختص بكونه شهادة ورحمة ودعوة نبينا محمد عليه الصلوة والسلام بخلاف الوباء والنوازل ولهذا شرع الدعاء برفعهما ولم يشرع برفع الطاعون ويؤيد ذلك وورد النهي عن الفرار عنه دون الوباء وسائر النوازل انتهى.



مجوزین کی پانچویں دلیل

عن أنس أن رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یقول اللهم إنی أعوذبک من البرص والجذام والجنون ومن سیئ الأسقام رواه أبو داود والنسائی کذا فی المشکوة .

یعنی ''انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے تھے اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں برص سے اور جذام سے اور جنون سے اور بری بیماریوں سے۔'' روایت کیا اس کو ابوداود اور نسائی نے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بری بیماریوں سے پناہ مانگنا اور اس کے رفع ہونے کی دعا کرنا جائز ہے اور طاعون بھی بری بیماریوں سے ہے۔ پس اس سے بھی پناہ مانگنا اور اس کے رفع ہونے کے واسطے دعا کرنا جائز ہے۔

اس دلیل پر بحث

مسلمانوں کے حق میں طاعون کا سیء الاسقام یعنی بری بیماریوں سے ہونا غیر مسلم ہے اور عدم تسلیم کی وجہیں اوپر مذکور ہو چکیں ہیں۔ پس اس حدیث سے رفع طاعون کے واسطے دعا کرنے کا جواز ثابت نہیں ہو سکتا۔

مجوزین کی چھٹی دلیل

صحیح بخاری میں ہے۔ **باب من دعی برفع الوباء والحمی** یعنی یہ باب اس بیان میں ہے کہ جو شخص کہ وبا اور بخار کے رفع ہونے کے واسطے دعا کرے تو کیسا ہے؟ پھر امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ دعا نقل کی ہے جس میں یہ جملہ ہے۔ **وانقل حماها فاجعلها بالجحفة** یعنی اے اللہ! مدینہ کے بخار کو مدینہ سے اٹھا اور اس کو جحفہ میں ڈال دے۔ پس حضرت کی اس دعا سے رفع طاعون کے لیے دعا کرنے کا جواز صاف ظاہر ہے، کیونکہ مدینہ کا بخار وبائی بخار تھا جیسا کہ احادیث سے ثابت

ہے اور طاعون بھی ایک وبائی بیماری ہے۔

اس دلیل پر بحث

حضرت کی اس دعا سے فقط اسقدر ثابت ہوتا ہے کہ وبائی بخار کے رفع ہونے کے لیے دعا کرنا مشروع ہے۔ لیکن اس سے طاعون کے رفع ہونے کی دعا کا مشروع ہونا نہیں ثابت ہوتا کیونکہ وبائی بخار اور طاعون ایک چیز نہیں ہے۔ فتفکر

مانعین کے دلائل

پہلی دلیل

شرحبیل بن حسنہ اور معاذ بن جبل وغیرھما رضی اللہ عنہم کی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ کہ طاعون مسلمانوں کے واسطے شہادت ہے اور خدا کی رحمت ہے اور ہمارے نبی کی دعا ہے۔ پس جب مسلمانوں کے حق میں طاعون ایسی چیز ہے تو ان کو اس کے رفع ہونے کے واسطے دعا کرنا جائز نہیں۔ مجالس الابرار (ص ۳۷۲) میں ہے:

قال المينجي ❶ يكره لأن معاذاً امتنع منه و أعتل أن الطاعون شهادة ورحمة ودعوة نبينا محمد عليه السلام بناءً علىٰ ما روى عن عبد الله بن رافع أن أبا عبيدة بن الجراح لما أصيب في طاعون عمواس استخلف معاذاً واشتدالأمر فقال الناس لمعاذ ادع الله برفع هذا الرجز فقال إنه ليس برجز ولكنه دعوة نبيكم وموت الصالحين قبلكم وشهادة يخص الله تعالىٰ بها من شاء منكم اللهم آت آل معاذ نصيبهم الأوفر من هذه الرحمة فهذا القول من معاذ صريح بأن الدعاء برفعه غير

---

❶ صحیح المنبجی ہے جن کا نام محمد بن محمد بن محمد بن محمود الصالحی ابوعبداللہ شمس الدین الحنبلی المتوفی ۷۸۵ [اثری]

مشروع وقد صح أن معاذاً أعلم الأمة بالحلال والحرام وأنه إمام الفقهاء يوم القيامة فلو كان مشروعا لما أحوجهم أن يسئلوه بل كان يفعل من تلقاء نفسه بل لو كان مباحا لبادر بفعله عند سؤال الرعية عنه ما ظنوا أنه كان مصلحة لهم انتهى.

حاصل اس کا یہ ہے کہ منبجی نے کہا کہ رفع طاعون کے واسطے دعا کرنا مکروہ ہے کیونکہ معاذ رضی اللہ عنہ رفع طاعون کے لیے دعا کرنے سے باز رہے اور دلیل یہ بیان کی ہے کہ طاعون شہادت اور رحمت ہے اور ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن رافع سے روایت ہے کہ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ جب طاعون عمواس میں مبتلا ہوئے تو معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنایا اور طاعون کی شدت ہوئی تو لوگوں نے معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ اس عذاب کو دور کرے معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ عذاب نہیں ہے، لیکن وہ تمھارے نبی کی دعا ہے اور اگلے صالحین کی موت ہے اور شہادت ہے، تم لوگوں میں سے جس کو اللہ چاہتا ہے اس کے ساتھ خاص کرتا ہے۔ اے اللہ! معاذ رضی اللہ عنہ کے اہل کو اس رحمت سے بڑا حصہ عطا کر۔ پس معاذ رضی اللہ عنہ کا یہ قول صراحتاً دلالت کرتا ہے اس امر پر کہ رفع طاعون کے لیے دعا کرنا جائز نہیں ہے اور یہ ثابت ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ تمام امت سے حلال اور حرام کو زیادہ جانتے تھے اور وہ قیامت کے روز تمام فقہاء کے پیشوا ہونگے۔ اگر دعا کرنا جائز ہوتا تو لوگوں کو ان سے دعا کرنے کے واسطے سوال کرنے کی حاجت نہ ہوتی، بلکہ وہ خود اپنی طرف سے دعا کرتے، بلکہ اگر مباح ہوتا تو فوراً دعا کرتے جبکہ رعیّت نے دعا کرنے کو اپنے حق میں بہتر سمجھ کر اس کا سوال کیا تھا۔

اس دلیل پر بحث

طاعون نفس شہادت و رحمت نہیں ہے، بلکہ منشاے شہادت و رحمت ہے اور نفس

شہادت اور رحمت کے رفع ہونے کے واسطے دعا کرنا البتہ ناجائز ہے۔لیکن منشائے شہادت ورحمت کے رفع ہونے کے لیے دعا کرنا ناجائز نہیں دیکھو ملاقات عدو منشائے شہادت ہے اور اس سے عافیت کی دعا کرنا ثابت ہے۔ نیز رفع طاعون کے واسطے دعا کرنے سے رفع شہادت ورحمت کے لیے دعا کرنا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ حاصل اس دعا کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اعدا کو ہم پر مسلط نہ کرے، بلکہ ہم کو ان پر غالب اور فتح یاب کرے۔علامہ حموی شرح اشباہ میں کتاب تحفۃ الراغبین فی امر الطّواعین سے نقل کرتے ہیں:

وأجيب بأن الطاعون منشأ الشهادة والرحمة لا نفسهما والمطلوب رفع ما هو المنشأ وغايته أن يكون كملاقاة العدو وقد ثبت سؤال العافية منها انتهى.

دلیل الطالب میں ہے۔ ''ولازم نمی آید از دعائے مذکور دعا بر رفع رحمت وشہادت زیرا کہ حاصل دعا ایں است کہ اوتعالیٰ اعدائے ما را بر ما مسلط نکند بلکہ ما را بر آنہا فیروز مند گرداند انتھی۔''

مانعین کی دوسری دلیل

ابو بردہ رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح سے ثابت ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا فرمائی ہے کہ اے اللہ! میری امت کی موت طعن اور طاعون سے کر۔پس رفع طاعون کے واسطے دعا کرنا یا اس سے پناہ مانگنا ہرگز جائز نہیں کیونکہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی مخالفت لازم آتی ہے اور اسی مخالفت کی وجہ سے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بعض صالحین کے خواب مذکور کو غیر صحیح ٹھہرایا ہے۔

مانعین کی تیسری دلیل

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ملک شام کا طاعون جو طاعون عمواس کے نام سے مشہور ہے کوئی معمولی طاعون نہ تھا نہایت شدت کا طاعون تھا اور کئی مہینے تک ٹھہرا رہ گیا۔ نہایت کثرت سے موتیں ہوئیں پچیس یا تیس ہزار مسلمان اس طاعون میں مرے۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ

بن جراح اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ وغیرہما اجلہ صحابہ اس طاعون میں دنیا سے اٹھ گئے۔ اس طاعون میں قنوت پڑھنے کی جس قدر ضرورت تھی ظاہر ہے لیکن پھر بھی کسی صحابی سے رفع طاعون کے واسطے قنوت پڑھنا یا دعا کرنا ثابت نہیں، بلکہ اس کے خلاف منقول ہے مجالس الابرار ❶ میں ہے کہ جب ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ طاعون میں مبتلا ہوئے تو معاذ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا اور طاعون کی شدت ہوئی تو لوگوں نے معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے اس عذاب (یعنی طاعون) کے رفع ہونے کے لیے دعا کریں۔ معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ عذاب نہیں ہے، لیکن یہ تمھارے نبی کی دعا ہے اور اگلے صالحین کی موت ہے اور شہادت ہے اللہ جس کو چاہتا ہے اس کے ساتھ مخصوص کرتا ہے اور کہا اے اللہ اس رحمت سے معاذ رضی اللہ عنہ کے اہل و عیال کو ان کا پورا حصہ دے۔

اس دلیل پر بحث

بلاشبہ طاعون عمواس میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا رفع طاعون کے لیے قنوت پڑھنا یا دعا کرنا منقول نہیں لیکن نہ منقول ہونا دعا کرنے کے ناجائز و ممنوع ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ وفیہ مـا فیـہ اور مجالس الابرار سے جو روایت منقول ہوئی ہے اس میں اس کی سند مذکور نہیں ہے۔ معلوم نہیں کہ اس کی سند کیسی ہے۔ اور مسند احمد وغیرہ میں معاذ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت صحیح سندوں سے مروی ہے۔ لیکن اس میں یہ مذکور نہیں ہے کہ لوگوں نے کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے اس عذاب کے رفع ہونے کے لیے دعا کریں۔

مانعین کی چوتھی دلیل

رفع طاعون کے لیے دعا کے جواز و عدم جواز میں علما مختلف ہیں۔ بعض جائز بتاتے ہیں بعض ناجائز۔ اور بعض تنہا تنہا دعا کرنے کو جائز سمجھتے ہیں اور جمع ہو کر دعا کرنے کو بدعت کہتے ہیں۔ مجالس الابرار ❷ میں ہے کہ حنبلیوں نے اس مسئلہ کو تصریح کے ساتھ

---

❶ مجالس الابرار کی یہ عبارت مانعین کی پہلی دلیل میں مذکور ہو چکی ہے۔ ۱۲

❷ مجالس الابرار کی عبارت یہ ہے: وقد صرح الحنابلة المسئلة وقال صاحب الفروع =>

بیان کیا ہے اور ان میں سے صاحب فروع نے لکھا ہے کہ رفع طاعون کے لیے قنوت نہیں پڑھنا چاہیے کیونکہ طاعون عمواس وغیرہ میں قنوت پڑھنا ثابت نہیں ہے اور ابن حجر رحمہ اللہ اگرچہ اس کے مشروع اور جائز ہونے کی طرف مائل ہوئے ہیں، لیکن اس کے واسطے جمع ہونے کو منع کیا ہے اور کہا ہے کہ رفع طاعون کے واسطے دعا کرنے کو مجتمع ہونا جیسا کہ استسقا میں لوگ مجتمع ہوتے ہیں بدعت ہے اور یہ بدعت ۷۴۹ھ میں دمشق کے طاعون کبیر میں پیدا ہوئی ہے اور اس سے دمشق کے طاعون میں کچھ فائدہ نہیں ہوا، بلکہ اور شدت بڑھ گئی پھر ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر یہ مشروع ہوتا تو سلف پر اور فقہا اور ان کے اتباع پر جو پہلے ہو چکے ہیں مخفی نہ رہتا اور اس بارے میں ہم کو نہ کوئی حدیث ملی ہے اور نہ کوئی اثر اور نہ کوئی فرع جو فقہا اور ائمہ سے منقول ہو۔'' پس جب رفع طاعون کی دعا کے بارے میں علما اس طرح مختلف ہیں تو احتیاط اس میں ہے کہ نہ قنوت پڑھا جائے اور نہ دعا کی جائے۔

اس دلیل پر بحث

کسی امر کے جواز وعدم جواز میں علما کا نفس اختلاف اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اس امر کے عدم جواز میں احتیاط ہو، بلکہ جس فریق کے پاس صحیح دلیل ہو اسی کا قول قابلِ اختیار ہے، ہاں جس صورت میں دونوں فریق کی دلیل صحیح ہو اور ایک کو دوسرے پر کسی وجہ

<= منهم لا يقنت له لأنه لم يثبت القنوت في طاعون عمواس وغيره وابن حجر وإن مال إلى مشروعيته فرادى إلا أنه منع الاجتماع له وقال وأما الاجتماع للدعاء برفعه كما في الاستسقاء فبدعة حدثت بدمشق في الطاعون الكبير سنة تسع وأربعين وسبعمائة ولم يفد شيئا بل ازداد الأمر شدة ثم قال ولو أنه كان مشروعاً لم يخف على السلف ولا على فقهاء الأمصار وأتباعهم في الأعصار الماضية فلم يبلغنا في ذلك خبر ولا أثر عن المحدثين ولا فرع مسطور من أحد من الفقهاء وأئمة الدين انتهى.



سے ترجیح نہ ہو تو اس صورت میں عدم جواز کے اختیار کرنے میں البتہ احتیاط ہوگی۔ هذا ما ظهر لي في هذا البحث من دلائل الفريقين والكلام عليها والله تعالىٰ أعلم بالصواب وهذا آخر الرسالة والحمد لله رب العالمين وصلى الله وسلم على خير خلقه محمد خاتم النبيين وآله وصحبه وأزواجه وذرياته وأهل بيته أجمعين.

تَمَّتْ

